آسان فقہی اصطلاحات

اُردو ترجمہ

المصطلحات الفقهيّة حسب ترتيب أبواب الفقه

تالیف
مفتی سید حکیم شاہ ابتکرامی حفظہ اللہ تعالیٰ
الاستاذ بجامعة الرّشيد كراتشي

اردو ترجمہ
مولانا عباد الرحمن
فاضل جامعہ عربیّہ الرہیّہ

اِسلامی کتب خانہ
علّامہ بنُوری ٹاؤن کراچی
فون: 021-34927159

﴿من يرد الله به خيراً يفقه في الدين﴾ (الحديث)

المصطلحات الفقهيَّة

حسب

ترتيب أبواب الفقه

مفتی سیّد حکیم شاہ بتکرامی حفظہ اللہ تعالیٰ

الاستاذ بجامعة الرّشید کراتشی

اردو ترجمہ

عباد الرّحمٰن

فاضل جامعہ عربیّہ الٰہیّہ

فہرست

انتساب

بندہ اپنی اس کاوش کو اپنی مادرِ علمی ''جامعۃ عربیۃ الہیۃ'' اور اپنے جملہ اساتذہ کے نام کرتا ہے کہ جن اساتذہ کرام نے مشفقانہ اور مربیانہ انداز میں بندے کی تعلیم و تربیت اور اصلاح فرمائی، خاص طور پر حضرت استاذ محترم مفتی مولانا محمد نعمان صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کے نام جنہوں نے دورانِ تعلیم قدم بہ قدم بندے کی ہر موقع پر راہنمائی فرمائی، تعلیم کے اس طویل راستے میں بندے کی ہمت کو دادِ شجاعت دیکر بڑھایا اور حوصلہ افزائی کرتے رہے، بندہ اپنے ان اساتذہ کرام کا تہہ دل سے شکر گزار ہے کہ یہ کاوش انہی اساتذہ و اکابرین کی محنتوں اور دعاؤں کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔

(اجازت نامہ)

از

استاد محترم مفتی مولانا سیّد حکیم شاہ صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

استاذ جامعۃ الرشید کراچی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

أمّا بعد:

کچھ عرصے قبل بندہ نے حنفی ذخیرہ کتب سے فقہی اصطلاحات کا ایک مجموعہ فقہ پڑھنے والے طلبہ کی آسانی کیلئے تیار کیا تھا، جس سے بحمد اللہ مدارس عربیہ کے طلبہ نے بھرپور فائدہ اُٹھایا، خاص طور پر معاھد اور تخصص پڑھنے والے کیلئے اس سے بہت آسانی پیدا ہوئی، یہ مجموعہ نور الایضاح سے لیکر ھدایہ اور شامی تک کتب فقہ پڑھنے والے طلباء کیلئے یکسر مفید ہے، لیکن چونکہ یہ عربی زبان میں ہے اور ہمارے ہاں پاک و ہند میں عربی کے حوالے سے کافی کمزوری پائی جاتی ہے، اسلیئے عرصے سے خیال تھا کہ اگر اسکا سلیس اردو ترجمہ ہو جائے تو بہت بہتر ہوگا، مگر فرصت نہ ملنے کی وجہ سے یہ کام التواء کا شکار رہا، اسی دوران عزیز گرامی قدر نوجوان عالمِ دین مولانا عباد الرحمٰن صاحب نے اسکا اردو ترجمہ کیا اور طباعت کی اجازت کیلئے بندہ کی طرف رجوع کیا، میں بخوشی ان کو طباعت کی اجازت دیتا ہوں اور دل سے انکے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انکے

علم و عمل میں برکت عطا فرمائیں، انکی کاوشوں کو شرفِ قبولیت سے نواز دیں، انکو مزید اس طرح کے نیک کاموں کی توفیق نصیب فرمائیں اور اس مجموعے کو علماء اور طلباء کیلئے نافع بنائیں، آمین ثم آمین۔

بندہ

(استاد محترم حضرت مولانا مفتی) سیّد حکیم شاہ عفی عنہ (حفظہ اللہ تعالیٰ)

(استاذ) جامعۃ الرشید کراچی

۱۰ ربیع الثانی، ۴، ۱۴۳۴ھ

کلماتِ تشجیع

استادِ محترم مفتی مولانا فاروق حسن زئی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

أستاذ الحديث والفرائض بجامعہ اسلامیہ طیّبة وعضو رابطة الأدب الاسلامی العالمیّة

الحمد لله والصلاة والسّلام علیٰ رسول الله محمّد ﷺ واله وأصحابه أجمعين:

أمّا بعد:

دینی خدمات میں تبلیغ وتدریس کے بہ نسبت تصنیف وتالیف صبر آزما اور مشکل کام ہے ،چند سطریں لکھنے کے لئے کئی سو صفحات کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے کیونکہ تصنیف جب دنیا کے سامنے آتی ہے تو بولتی تحریروں سے انکار کی بھی گنجائش نہیں ہوتی اور تصنیف مصنّف کے جہل یا علم کا معیار تصور کیا جاتا ہے، جتنا یہ کام مشکل ہے اتنی ہی بڑی اہمیّت کا حامل ہے، کیونکہ یہ اِحیاء دین اور آئندہ نسلوں کو پڑھانے اور نشرِ علم کا بہت بڑا ذریعہ ہے ﴿الّذی علّم بالقلم﴾ آجکل جدید فضلاء میں لکھنے والے بہت کم پیدا ہوتے ہیں ،اسلئے کہ اس میدان کی طرف نہ ترغیب دی جاتی ہے اور نہ ہی اسکے لئے کوئی تربیتی انتظام ہے اور اگر کچھ باذوق ذی استعداد طلبہ وفُضلاء از خود اس کام کی طرف متوجّہ ہو جاتے ہیں تو انکی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی ،لہذا قحط الرّجال کے دور

میں اگر کوئی فاضل اس میدان میں معمولی سا بھی قدم اُٹھاتا ہے تو وہ قابل قدر ہے ،اسکی انتہائی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے ،تاکہ وہ آگے بڑھے اور بڑی سے بڑی خدمات سرانجام دیں،

''ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی''

باطل کی سرکوبی علماء ہی کا کام ہے اگر کوئی عالم مؤثر تحریر کی قوت سے تہی دست ہے تو وہ بروقت عوام الناس کو کیسے خبردار کرے گا، کثرتِ تصنیف اس دین کا معجزہ ہے دلیل کے اعتبار سے کہ دین اسلام ہمیشہ غالب رہا ہے اور رہے گا۔ ہمارے محترم دوست جناب مولوی عبادالرحمٰن صاحب بھی انہیں سعادت مند جدید فضلاء میں سے ہیں جن میں تصنیف وتالیف کا ذوق عیاں ہیں (المصطلحات الفقهية) کا اردو ترجمہ انکی پہلی کاوش ہے دیگر اہم کتابوں کا بھی انہوں نے اردو ترجمہ شروع کر رکھا ہے، موصوف کا یہ شوق وذوق انکے روشن مستقبل کا عکّاس ہے، اللہ تعالیٰ انکی یہ کاوش اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اور انکے علم وعمل اور عمر میں برکات عطاء فرمائے، آمین

کتبہ

(استاد محترم مفتی مولانا) فاروق حسن زئی (حفظہ اللہ تعالیٰ)

استاذ جامعہ اسلامیہ طیّبہ

۱۵ ربیع الثانی، ۱۴۳۴ھ

تقریظ

استاد محترم حضرت مولانا عبدالرشید صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

شیخ الحدیث جامعہ أشرف المدارس، کراچی

نحمدہ ونصلّی علیٰ رسوله الکریم:

أمّا بعد:

عزیزم مولوی عبادالرحمٰن فاضل جامعہ عربیہ الہیہ نے اپنی پہلی علمی کاوش پیش کی جو فقہی اصطلاحات پر مشتمل ایک مفید کتاب "المصطلحات الفقهية" کے ترجمے کی صورت میں ہے۔ کتاب کا جائزہ لینے کے بعد انتہائی مسرّت ہوئی، عزیزم موصوف نے کتاب کا ترجمہ انتہائی محنت اور لگن سے کیا ہے اور اسکے اسلوب کو اردو کے قالب میں من وعن منتقل کرنے کی عمدہ کوشش کی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ عزیز موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اسکو طلبہ وعلماء سب کیلئے یکساں نافع بنائے اور آخرت میں ان کے لئے اجرِ عظیم کا ذریعہ بنائے، آئندہ مزید علمی خدمت کی توفیق عطاء فرمائے آمین ثمّ آمین۔

از

(استاد محترم) حضرت مولانا عبدالرشید صاحب عفی عنہ (حفظہ اللہ تعالیٰ)

شیخ الحدیث جامعہ أشرف المدارس، کراچی

حرف آغاز

آج سے چند مہینے قبل راقم نے ایک کتاب خریدی تھی جو کہ فقہی اصطلاحات پر مشتمل ایک مفید کتاب کی صورت میں تھی، یہ کتاب استادِ محترم حضرت مفتی مولانا سیّد حکیم شاہ صاحب حفظہ اللہ کی تالیف ہے، اور عربی زبان میں ہے جسکو مفتی صاحب نے حنفی ذخیرہ کتب (عنایہ، بحرالرائق، فتح القدیر، شامی وغیرہ) سے فقہ کے ابواب پر اسکو مرتب کیا ہے، راقم نے اس کتاب کا مطالعہ کیا تو دل میں خیال آیا کہ اسکا اگر اردو ترجمہ ہو جائے تو اچھا ہوگا، چنانچہ اللہ کے نام اور اسکی توفیق سے اپنے دل کے اس جذبے اور ارادے کو عملی جامہ پہناتے ہوئے اس کتاب کے ترجمے کا کام شروع کیا اور ایک ماہ میں ہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس ترجمے کے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچادیا، (الحمد للہ الذی بنعمته تتم الصالحات) یہ مجموعہ جو آپکے ہاتھوں میں ہے اسی عربی کتاب کا ترجمہ ہے، یہ ترجمہ لفظی ترجمہ نہیں ہے کہ تحت اللفظ ہر لفظ کے نیچے اسکا ترجمہ مذکور ہو، اور نہ ہی آزادانہ کہ الفاظوں سے کوئی مناسبت ہی نہ ہو، بلکہ خیر الأمور أوسطھا کے تحت دونوں جانبوں کی رعایت کی گئی ہے، اکثر مقامات پر اسکا توضیحی ترجمہ کیا گیا ہے جہاں تھوڑی بہت وضاحت مطلوب تھی، اسی طرح جہاں عبارت ذرا دقیق اور مغلق تھی تو وہاں لفظی ترجمہ سے کام لیا ہے، اسی طرح چند ایک مقامات پر راقم نے اس کتاب میں کچھ اصطلاحات اور تعریفات ضمیمے کے

عنوان سے ذکر کیں ہے جو اصل کتاب کا حصہ نہیں ہیں جنکو محض قارئین کی افادیت کیلئے ذکر کیا ہے، اس کتاب کی تصحیح اور نظرِ ثانی استاد محترم مولانا نعمان صاحب اور مولانا خلیل الرحمٰن صاحب حفظہما اللہ تعالیٰ نے خوب اہتمام اور توجہ سے کر کہ بندے کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے اللہ تعالیٰ میرے ان دونوں اساتذہ کو بہترین جزائے خیر عطاء فرمائے، اور اسکی کمپوزنگ ناظم تعلیمات جامعہ عربیہ الٰہیہ مولانا ریحان احمد صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر خود راقم نے کی ہے، اور راقم ایک انسان ہے اور انسان خامیوں اور غلطیوں سے مبرّا نہیں ہے لہذا اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ناشر کو اطلاع کر دیں بندہ آپکا شکر گزار ہوگا، دعا ہے کہ اللہ اس کتاب کو علماء اور طلبہ کیلئے مفید بنائے، اور اس کتاب کی تیاری میں جن حضرات نے بالواسط یا بلاواسطہ کسی بھی قسم کا تعاون کیا ہے اللہ ان حضرات کو اپنی شان کریمی کے مطابق اجر عظیم عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین

راقم الحروف

عباد الرحمٰن

۲۵ ربیع الثانی،۴،۱۴۳۴ھج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

ابن ساعاتی بدیع میں فرماتے ہیں جو شخص کسی علم کے حصول کے لیے کوشاں ہو تو اس کو چاہیئے کہ پہلے اس علم کی تعریف اس کا موضوع اور غرض وغایت کو پہچانے اور اس کے ساتھ ساتھ اس علم کے حصول میں جن ذرائع سے مدد حاصل ہوتی ہو ان کو بھی پہچانے تا کہ اس علم کے طالب کو کامل مہارت حاصل ہو جائے۔

فقہ کی تعریف:

فقہ لغت میں کہتے ہیں سمجھنا اور اصطلاح میں "هو العلم بالاحكام الشرعية العمليّة المكتسب من أدلتها التفصيلية" یعنی فقہ نام ہے احکام شرعیہ عملیہ کے جاننے کا جو احکام شرعیہ عملیہ حاصل ہوتے ہیں اُدلّہ تفصیلیہ (قرآن، سنت، اجماع اور قیاس) سے۔

فقہ کا موضوع:

مکلّف (عاقل وبالغ) آدمی کا فعل اس حیثیت سے کہ وہ شخص اس فعل کا مکلّف ہے فقہ کا موضوع ہے کیونکہ اس علم میں بحث کی جاتی ہے ان افعال سے جو مکلّف کو عارض ہوتے ہیں، مثلاً یہ فعل حلال ہے، یہ حرام ہے یہ واجب ہے، یہ فعل مستحب ہے وغیرہ۔

فقہ کی غرض وغایت:

الفوز بسعادة الدارين

یعنی دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کرنا ہے۔

علم فقہ کی فضیلت:

علم کلام، علم تفسیر اور علم حدیث کے بعد علم فقہ تمام علوم میں سب سے افضل واشرف اور اعلیٰ ہے علم فقہ کی فضیلت میں ایک شعر ملاحظہ فرمائیے۔

وخير علوم علم فقه لأ نه يكون الى كل الغلم تو سلا

فانّ فقهيا واحدامتورعا على الف ذى ذهد تفضل واعتلى

ترجمہ۔ علوم میں سب سے بہتر علم فقہ ہے کیونکہ یہ (علم فقہ) تمام علوم کے حصول کے لیے وسیلہ بنتا ہے ایک پرہیزگار فقیہ ہزار عابدوں ومتقیوں پر فضیلت وغلبہ رکھتا ہے۔

یہ دونوں شعر دراصل ماخوذ ہیں اس کلام سے جو امام محمدؒ (جو کہ بڑے فقیہ ہیں) کے لیے کہا گیا تھا پورا کلام یوں ہے۔

تفقه فان الفقه أفضل القائد ،الى البرّ والتقوى وأعدل قاصد

وكن مستفيدا كلّ يوم زيادة،من الفقه واسبح فى بحور الفوائد

فانّ فقيها واحدا متورّعاءأشدّ على الشيطان من ألف عابد

ترجمہ۔ علم فقہ حاصل کر اسلیئے کہ یہ (علم) نیکی اور تقوے کی طرف سب سے بہتر راہنمائی کرنے والا ہے۔ ہر روز علم فقہ سے مزید استفادہ حاصل کر اور فائدوں کے سمندروں میں تیر تارہ اسلیے کہ ایک پرہیزگار فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔

کہا گیا ہے جو قرآن کی تعلیم کو سکھائے اس کا مقام بڑھ جاتا ہے اور جو علمِ فقہ میں غور وفکر کرے اس کو حاصل کرنے کیلیئے تو اس کی قدر وقیمت بڑھ جاتی ہے نجیب وشریف کہلاتا ہے اور جو علم حدیث کو حاصل کرے تو اسکی دلیل مضبوط ہو جاتی ہے اور جو لغت کا علم حاصل کرے

اسکی طبعیت نرم ہو جاتی ہے اور جو علم حساب کو حاصل کرے وہ صاحب الرائے ہو جاتا ہے اور جو اپنے آپ کو گناہوں سے نہیں بچاتا تو اسکا علم اسکو فائدہ نہیں دیتا۔

وہ اسباب جو اس علم کے حصول میں معاون ہوتے ہیں: چار ہیں ۱) کتاب اللہ ۲) سنت رسول اللہ ﷺ ۳) اجماع ۴) وہ قیاس جو پہلے ان تین اصولوں سے مستنبط ہو ماقبل کی شریعتیں کتاب اللہ کے تابع ہونگی اقوال صحابہ سُنت کے، لوگوں کا تعامل اور عرف اجماع کے تحت داخل ہوگا، تحری و استصحاب حال یہ دونوں قیاس کے تابع ہونگے۔

احکامِ تکلیفیہ:

احکامِ تکلیفیہ کی تعریف مختلف ہوتی ہے شارع کے طلب کرنے کے لحاظ سے کہ یہ حکم لازمی ہے یا اس میں اختیار ہے وغیرہ وغیرہ اسی کے حساب کے مطابق اسپر جزاء وسزا مرتب ہوتی ہیں لھذا پہلے احکامِ تکلیفیہ کی اقسام کی تعریف کو جاننا ضروری ہے۔

فرض:

فرض کے لغوی معنی ہیں تقدیر و اندازہ کرنا اصطلاح میں فرض کہتے ہیں کہ شریعت کی جانب سے فعل کو اس طور پر طلب کیا جائے کہ اس کا کرنا لازمی ہو اور اس کا چھوڑنا حرام ہو اور اسکے چھوڑنے پر سزا دی جائے۔

فرض کی دو قسمیں ہیں ۱) فرض قطعی ۲) فرض عملی

فرض قطعی:

وہ حکم ہے جو ثبوت اور دلالت دونوں اعتبار سے قطعی ہو جیسے آیات قرآنیہ اور

احادیث متواترہ جو تاویل کا احتمال نہیں رکھتیں ہیں ان کے ذریعے سے فرض اور حرام ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ واجب کرتا ہے علم (اعتقاد) اور عمل کو، فرض کا منکر کافر ہوگا۔ فرض قطعی کی مثال: وضوء میں چہرے کا دھونا فرض ہے اسکا ترک کرنا حرام ہے۔

فرض عملی:

وہ حکم ہے جو ثبوت کے اعتبار سے قطعی ہو اور دلالت کے اعتبار سے ظنی ہو اور فرضِ عملی احادیث مبارکہ اور تاویل شدہ آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ اس سے واجب اور مکروہ تحریمی ثابت ہوتے ہیں لیکن اسکا منکر کافر نہیں ہوگا ہاں اگر جان بوجھ کر ترک کیا تو اسکا ترک مقتضی ہوگا اس بات کا کہ وہ فعل درست نہیں ہوتا (جان بوجھ کر ترک کرنے کی وجہ سے) گناہ گار ہوگا۔

فرض عملی کی مثال؛ یہ اعتقاد رکھنا کہ وضو میں سر کا مسح کرنا فرض قطعی اور سر کی خاص مقدار (چوتھائی سر) پر مسح کرنا یہ فرض عملی ہے۔

پھر فرض کی دو نوعیں یا یوں کہیں دو حیثیتیں ہیں۔

ا۔ فرض کی حیثیت یا تو رکن شئی کی ہوگی اور رکن کہتے ہیں کہ عمل کا وجود اس رکن پر موقوف ہو اور وہ رکن اس شئی یا اس عمل کی ماھیت میں داخل ہو جیسے، رکوع نماز میں رکن کی حیثیت رکھتا ہے اگر کوئی سھوا یا عمدا رکوع ترک کر دے تو دوبارہ نماز پڑھنا ہوگی۔

۲۔ فرض کی حیثیت یا شرط شئی کی ہوگی، اور شرط کہتے ہیں کہ عمل کا وجود اس پر موقوف تو ہو لیکن وہ شرط اس شئی کی ماھیت اور اسکی حقیقت سے خارج ہوگی (قاعدہ ہے: شرط الشئی خارج الشئی) جیسے وضو نماز کیلئے شرط ہے لیکن اسکی ماھیت میں داخل نہیں ہے بلکہ خارج ہے۔

پھر فرض چاہے رکن ہو یا شرط دو حال سے خالی نہیں ہوگا، یا تو فرض عین ہوگا یا فرض کفایہ۔

فرض عین:

وہ فرض ہے جسکا کرنا ہر ایک پر لازم ہو، بعض افراد یا جماعت کے کر لینے کی صورت میں وہ ساقط نہیں ہوتا جیسے فرض نماز اور فرض روزے وغیرہ۔

فرض کفایہ:

وہ فرض ہے جو مسلمانوں کی جماعت پر لازم ہو کہ وہ اسکو ادا کریں لھذا جماعت المسلمین میں سے بعض افراد پر واجب ہے کہ وہ اسکو ادا کریں اگر سب نے ترک کر دیا تو تمام کے تمام گناہ گار ہونگے اور بعض افراد کے کر لینے کی صورت میں باقی افراد کے ذمّے سے ساقط ہو جائے گا، جیسے نماز جنازہ۔

واجب:

وہ عمل ہے جو دلائل ظنّیہ (یعنی) حدیث یا قیاس سے ثابت ہو، اگر جان بوجھ کر ترک کیا تو ترک کا مقتضی یہ ہوگا کہ عمل مکروہ تحریمی ہے اور اس عمل کو دوبارہ کرنا لازم ہوگا (اسی) وقت کے اندر (اگر وقت باقی ہو)

اور اگر ترک سہوا ہو تو گناہ ساقط ہو جائے گا لیکن نماز میں سجدہ سہو واجب ہوگا (دوران نماز اگر کوئی واجب چھوٹ جائے) واضح رہے کبھی واجب پر فرض عملی کا اطلاق کیا جاتا ہے یعنی واجب بول کر اس سے مراد فرض عملی ہوتا ہے اگر فوت ہو جائے اس کی قضاء واجب ہوتی ہے۔

سنت: سنت کے لغوی معنی "طریقہ" شریعت میں سنت اس طریقے کو کہتے ہیں جو دین میں جاری ہو لیکن لازم نہ ہو یا اس عمل کو جو ثبوتِ احکام پر دلالت کرنے کے لحاظ سے ظنّی ہو

یااس عمل کو جس کو شارع بغیر لزوم کے طلب کرے۔

پھر سنّت کی دو قسمیں ہیں۔ ۱)سنّت مؤکدّہ ۲)سنّت غیر مؤکدّہ

سنّت مؤکدّہ:

اس عمل کو کہتے ہیں جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے مواظبت فرمائی ہواور ایک یا دو بار اس کو چھوڑا بھی ہو جو جان بوجھ کر اس کو چھوڑے ملامت کا مستحق ہوگا اور اس کے کرنے والا اجر و ثواب کا مستحق ہوگا اور اس کو جان بوجھ کر ترک کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔

سنّتِ غیر مؤکدّہ:

اس عمل کو کہتے ہیں جس کو جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک بار کیا ہو تو دوسری بار چھوڑا بھی ہو اس کا ترک کرنا مکروہ تو نہیں ہے مگر خلافِ اولٰی ضرور ہے اس کا حکم یہ ہے کہ کرنے والا ثواب کا مستحق ہے اور اس کے چھوڑنے پر کوئی ملامت بھی نہیں۔

مندوب یا مستحب:

وہ عمل ہے جس کے کرنے پر ثواب ملے گا نہ کرنے پر تارک کو ملامت نہیں کی جائے گی۔

مباح: وہ عمل ہے جسکا کرنا اور نہ کرنا برابر ہے۔ (بلا ترجیح)

حرام:

وہ فعل ہے جسکی ممانعت دلیل قطعی سے وارد ہوئی ہو یعنی حرام وہ عمل ہے جسکا کرنا ممنوع ہو اور کرنے پر عذاب دیا جائے گا شارع اس کے ترک کو طلب کرے بطریق لزوم، اور ترک پر ثواب دیا جائے گا۔

مکروہ:

مکروہ مستحب عمل کی ضد ہے اور مکروہ ثابت نہیں ہوتا مگر (اسکے لئے) دلیلِ خاص کی ضرورت ہوتی ہے۔

(بایں معنی ہر مکروہ تو خلافِ اولی ہوگا لیکن ہر خلافِ اولی مکروہ نہیں ہوگا مگر مکروہ کے اثبات کے لیے کسی دلیلِ خاص کی ضرورت ہوگی)۔

پھر اسکی دو قسمیں ہیں۔ ۱) مکروہِ تحریمی ۲) مکروہِ تنزیہی

مکروہِ تحریمی:

: وہ فعل ہے جو واجب کے خلاف ہو یا ایسے فعل کو کہتے ہیں کہ اسکے متعلق سنت لفظِ نہی کے ساتھ وارد ہوئی ہو اور یہ حرام کے قریب ہوتا ہے۔

مکروہِ تنزیہی:

اس فعل کو کہتے ہیں کہ اس فعل کے متعلق جو دلیل آئی ہے وہ نہی پر دلالت کرتی ہے لیکن وہ نہی لازم نہ ہو یا اس فعل کو کہتے ہیں جو کہ سنت کے خلاف ہو لیکن وہ سنت صیغہ نہی کے ساتھ نہ آئی ہو (بالفاظِ دیگر آسان لفظوں میں کہا یوں کہا جائے جسکا نہ کرنا ہی بہتر ہو بہ نسبت اسکے کرنے سے بلکہ چھوڑنا اور ترک کرنا افضل ہو)۔

طہارت

لفظِ طہارۃ کے طاء پر اگر فتحہ پڑھا جائے تو یہ پاکی کے معنی میں مستعمل ہوگا اور اگر کسرہ کیساتھ

پڑھا جائے تو آلہِ طھور کے معنی میں مستعمل ہوگا یعنی پاکی کا آلہ، اور ضمّے کی ساتھ ہو تو اس پانی کو کہا جاتا ہے جو طہارت حاصل کرنے کے بعد بچ جائے (یہ تو لغوی تحقیق تھی)۔

اور اصطلاح میں طہارت کہتے ہیں، حدث یا خبث (نجاست) کو دور کرنا، ایسے حدث کو جو اعضاء کے ساتھ قائم ہو (انمیں سرایت کر گیا ہو) یہاں تک کہ ایسی چیز کا استعمال کیا جائے جسکی صفت ازالہ کرنے والی ہو جیسے پانی یا مزیل شرعی ہو یعنی شریعت نے اسکو مزیل قرار دیا ہو جیسے مٹّی۔

طہارت کی ایک دوسری تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ طہارت اس صفت کا نام ہے جو کہ حدث یا نجاست دور کرنے والے کو حاصل ہوتی ہے اور اسی صفت طہارت کے ساتھ نماز کا تعلق ہوتا ہے۔

تیمّم

تیمّم کے لغوی معنی ہے "قصد وارادہ کرنا" کما قال اللہ تعالیٰ "ولا تیمّموا الخبیث منه تنفقون" یہاں لا تیمّموا بمعنی لا تقصدوا یعنی ارادہ کرنے کے معنی میں ہیں۔
تیمّم کے شرعی معنی ہے پاکی حاصل کرنے کے لئے پاک مٹّی کا قصد وارادہ کرنا۔

مسح

کسی چیز پر ہاتھ کا پھیرنا اور اصطلاحی معنی ہے کہ تر ہاتھ کو مخصوص موزے پر مخصوص وقت میں پھیرنے کا نام مسح ہے۔ خف موزے کو کہتے ہیں اور شرعاً خف ایسے موزے کو کہتے ہیں جو دونوں ٹخنوں کو چھپانے والا ہو اور موزے کا اکثر حصّہ چمڑے کا ہو یا اس جیسی چیز کا بنا ہوا ہو تو ایسے موزے پر مسح کرنے کی تین شرائط ہیں۔

۱) ساتر ہو یعنی جس حصّے پر مسح کر رہا ہے موزہ اس حصّے کو چھپا دے کھلا نہ رہے فرضیّت کا محل

(وضو میں پاؤں دھونے کی جگہ) قدم ہے ٹخنے کے ساتھ (موزہ ٹخنے تک ہونا چاہئے)۔

۲) موزہ ایسا ہو جو مکمل طور پر پاؤں کو چھپادے تا کہ حدث سرایت کرنے سے موزہ مانع ہو پس اگر موزہ کشادہ ہو اور محدث نے زائد حصے پر مسح کیا اور قدم پر مسح نہیں کیا تو جائز نہیں ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی واضح ہو کہ پاؤں کا اوپری حصہ نظر آئے تو یہ نظر آنا مسح کیلے مضر نہیں ہے بلکہ مسح کرنا جائز ہے۔

۳) موزہ ایسا ہو جسکو پہن کر پے در پے چلنا ممکن ہو ایسا نہ ہو کہ تھوڑا چلنے کے بعد اتر رہا ہو بلکہ موزہ نہ اترے عادۃً ایک فرسخ یا اس سے زیادہ چلنے کے باوجود موزہ پاؤں پر برقرار رہے۔

حیض

حیض کے لغوی معنی باہر نکلنے والا خون اسی مادّے سے ماخوذ کر کے کہا جاتا ہے "حاضت الارنب"۔ فقہاء کے نزدیک حیض وہ خون ہے جسکو ایسی عورت کا رحم باہر پھینکے جو رحم بیماری اور چھوٹے پن سے محفوظ ہو (یعنی بیماری اور چھوٹے ہونے کی وجہ سے حیض کو خون نہیں کہا جائے گا حیض پر جو فقہی احکام مرتب ہوتے ہیں وہ اس پر نہیں ہونگے) اب تعریف میں جو بیماری کی قید لگائی ہے اس سے نفاس خارج ہو گیا کیونکہ نفاس کا خون رحم سے تو آتا ہے پر وہ بیماری کے سبب سے ہوتا ہے اور صغر کی قید سے وہ خون خارج ہو گیا جسکو نابالغہ حالتِ صغر کے اندر دیکھے۔

أنجاس

أنجاس جمع ہے اسکا مفرد نجس ہے بفتح النون والجیم نجس اصل میں مصدر تھا پھر یہ مستعمل ہونے لگا ہر ناپاک اور پلید چیز کے نام کے طور پر چاہے وہ خون ہو، پیشاب یا پاخانہ ہو یا پیپ

وغیرہ اور اسکا اطلاق نجاستِ حقیقی اور حکمی دونوں پر ہوتا ہے (نجاست حقیقی جیسے ظاہری نجاست خون، پیشاب، پاخانہ یا شراب وغیرہ اور حکمی جیسے حدث اصغر اور اکبر) پس مناسب تو یہ تھا کہ مصنف رحمہ اللہ مراد کو متعین کرتے ہوئے یوں کہتے "باب الانجاس الحقیقیۃ" لیکن جب پہلے نجاست حکمی کو ذکر کر دیا تو یہ قرینہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس باب میں انجاس سے مراد نجاست حقیقی ہے۔

صلاۃ

صلاۃ کے لغوی معنی دعاء کے آتے ہیں اور اصطلاحی معنی ہے کہ مخصوص ارکان اور مخصوص افعال کو مخصوص اوقات کے اندر ادا کرنے کے کا نام صلاۃ ہے۔

آذان

آذان کے لغوی معنی ہے "الاعلام" یعنی اعلان کرنا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وآذان من اللہ ورسولہ" ای اعلام، اور اصطلاحی معنی ہے کہ مخصوص اوقات میں ایک خاص اعلان کرنے کا نام آذان ہے۔

شروط

شروط جمع ہے اسکا مفرد شرط ہے شرط کے لغوی معنی علامت کے آتے ہیں اور اصطلاح میں شرط کہتے ہیں کہ جس پر شئی کا وجود موقوف ہو لیکن وہ اس شئی میں داخل نہ ہو (جیسے وضو نماز کیلئے شرط تو ہے لیکن نماز میں داخل نہیں ہے)۔

وصف

وصف اور صفۃ اھلِ لغت کے نزدیک ہم معنی ہیں اور ایک دوسرے کے مترادف ہیں اور صفۃ میں ھاء یہ واو کا عوض ہے جیسے عدۃ میں ھاء یہ واو کا عوض ہے۔ فقہاءِ احناف میں سے متکلّمین کا مذھب یہ ہے کہ وصف واصف کے کلام کو کہتے ہیں اور صفت اس معنی اور اس خوبی کو کہتے ہیں جو موصوف کی ذات کے ساتھ قائم ہو، بظاہر صفت سے مراد باب الصلاۃ میں وہ صورت اور ہیئت ہے جو نماز کو اسکے ارکان اور عوارض سمیت حاصل ہوتی ہے۔

الجماعۃ والامامۃ

یہ دو قسموں پر ہے 1) امامۃ صغریٰ 2) امامۃِ کبریٰ

عام تصرّف اور اختیار کا مستحق ہونا عوام الناس پر یہ امامتِ کبریٰ ہے اسکی مکمّل تحقیق علمِ کلام میں ہے، اور نماز کے جز میں امام کی اتباع کرنا امامتِ صغریٰ ہے۔

قضاء الفوائت

جس سبب سے واجب ذمّے میں لازم ہوا تھا اس واجب کے مثل کو سپرد کرنا قضاء ہے اور لفظ فوائت جمع ہے فائتۃ کی، فائتہ وہ نماز ہے جسکو ترک کر دیا جائے عذر کی بنا پر ہو یا بغیر عذر کے ہو۔

اوقات

اوقات وقت کی جمع ہے، وقت کہتے ہیں زمانے کا کچھ حصّہ اکثر و بیشتر اسکا استعمال ماضی میں ہوتا ہے۔ وقت سے مراد یہاں وہ وقت ہے جسکے ساتھ نماز کا حکم متعلق ہوتا ہے۔

نوافل

نوافل جمع ہے نافلۃ کی ،لغت مین نفل کے معنی زیادتی کے آتے ہیں۔نفل کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ نفل نام ہے ایسی عبادتِ مشروعہ کا جو نہ فرض ہو نہ واجب نہ سنت۔(اسکو نوافل کے نام سے معنون کیا حالانکہ سنت بھی زائد عمل ہوتا ہے لیکن نوافل سنن سے زیادہ عام ہے۔نوافل میں سنن داخل ہیں بنابریں اسکو عمومیت کی وجہ سے ذکر کیا)۔

سجود السہو

سجود کی اضافت سہو کی طرف اضافت الشئی الی سببہ کی قبیل سے ہے اور یہی اصل ہے، سہو کہتے ہیں شئی معلوم سے دل غافل ہو جائے معمولی تنبیہ اور یاد دہانی سے وہ بیدار ہو جائے بخلاف نسیان کے کہ اسمیں وہ شئی معلوم زائل ہو جاتی ہے از سرِ نو اسکو دوبارہ حاصل کیا جاتا ہے لیکن حضراتِ فقہاء کرام سہو اور نسیان میں کوئی فرق نہیں کرتے اسی طرح شک اور سہو کے درمیان بھی کوئی فرق نہیں کرتے ہیں، یہاں سجدے سے مراد وہ سجدہ ہے جو نماز میں سہو کے سبب سے واجب ہوتا ہے۔

صلاۃ المریض

صلاۃ کی اضافت مریض کی طرف اضافت الفعل الی فاعلہ کی قبیل سے ہے جیسے قیام زید (اسمیں قیام کی اضافت فاعل (زید) کی طرف ہے)۔مرض اس صفت اور حالت کا نام ہے جو بدن کو لاحق ہو کر اسکو اصل حالت (اعتدال) سے نکال دیتی ہے جو حالت بدن کے اندر طبعًا جاری ہوتی ہے۔یہاں مرض سے مراد مرضِ حقیقی بھی ہوسکتا ہے اور اسکی حد یہ ہیکہ نماز

کھڑے ہوکر پڑھنے سے ضرر لاحق ہواور تکلیف ہوتی ہو، اسی پر فتوی دیا گیا ہے اور مرضِ حکمی بھی مراد ہوسکتا ہے مثلاً اگر کھڑے ہوکر نماز پڑھی تو مرض اور تکلیف میں اضافہ ہوجائے گا یا کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کی صورت میں صحت اور تندرستی میں تاخیر ہوجائے گی یا قیام کی وجہ سے سخت تکلیف محسوس کرتا ہو۔

سجود التلاوة

سجود کی اضافت تلاوت کی طرف اضافۃ الشیٔ الی سببہ کی قبیل سے ہے یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں اضافت الحکم الی السبب کی قبیل سے ہے یہاں تلاوت ہی بلا خلاف سجدے کے وجوب کا سبب ہے۔

صلاة المسافر

مسافر "مفاعلٌ" کے وزن پر سافر یسافر باب مفاعلۃ سے ہے صلاۃ کی اضافۃ مسافر کی طرف اضافت الشیٔ الی شرطہ یا اضافت الفعل الی فاعلیہ کی قبیل سے ہے۔ سفر کا لغوی معنی آتا ہے مسافت کا طے کرنا یہاں یہ معنی مراد نہیں ہے بلکہ ایک خاص قسم کی مسافت کا طے کرنا ہے جس کے ذریعے فقہی احکام متغیر ہوجاتے ہیں۔ شریعت میں وہ مسافت ایک مخصوص طریقہ کے چلنے کے ساتھ مقرر ہے اور شرعی مسافت مقدر ہے اڑتالیس ۴۸ میل (۷۷ کلو میٹر) کے ساتھ۔

صلاة الجمعة

لفظ جمعہ میم کے ضمّے کے ساتھ جُمُعہ بھی آتا ہے میم کے سکون کے ساتھ جُمْعہ بھی پڑھا جاتا ہے

اور میم کے فتحے کیساتھ جُمَعہ بھی ایک لغت ہے لفظ جمعہ میں یہ تینوں لغات فرّاء اور واحدی نے نقل کیں ہے یہ "اجتماع" سے مشتق ہے جیسے "فرقۃ" مشتق ہے "افتراق" سے لفظ جمعہ کی طرف یوم اور صلاۃ کی اضافت کر کے کہا جاتا ہے یوم الجمعہ، صلاۃ الجمعہ پھر اس لفظ کے کثیر الاستعمال ہونے کی بنا پر مضاف (یوم، صلاۃ) کو حذف کر دیا گیا، ایام جاہلیت میں جمعے کے دن کو عروبہ کہا جاتا تھا کعب بن لوئی وہ پہلا شخص ہے جس نے اس یوم عروبہ کو جمعہ کے نام سے موسوم کیا اور اسکا نام یوم الجمعہ رکھا۔

حاشیہ طحطاوی میں ہے!

اس دن کا نام جمعہ اس لیئے رکھا گیا ہے کہ اس دن میں لوگ جمع ہوتے ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ساری کی ساری مخلوق کو اس دن جمع کیا گیا تھا۔

تیسرا قول اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق جمع کی گئی فتح الباری میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، جمعے کی وجہ تسمیہ کے سلسلے میں یہ سب سے زیادہ صحیح قول ہے۔

چوتھا قول حضرت آدم اور حوا علیہما السلام فراق کے بعد زمین میں اسی دن جمع ہوئے تھے۔

پانچواں قول اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں اور رحمت کو جمع کرتا ہے۔ اس دن کو مومنین کی عید بھی کہا جاتا ہے اور اسے "یَوْمُ الْمَزِید" بھی کہا جاتا ہے کیونکہ بھلائیاں اور نیکیاں اس دن زیادہ کی جاتی ہیں۔ اس دن ارواح کا اجتماع ہوتا ہے قبروں کی زیارت کی جاتی ہے میت عذاب قبر سے محفوظ و مامون ہوتی ہے جو شخص جمعہ کے دن یا رات میں وفات پائے عذاب قبر سے مامون ہوتا ہے (اس دن کی فضیلت کی وجہ سے) اور جمعہ کے دن جہنم کو نہیں بھڑکایا جاتا اسی دن اھل جنت اپنے پروردگار کی زیارت سے فیض یاب ہونگے اور جمعہ کے

دن کو سورۃ کہف کی قراءۃ وتلاوت کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔

آپ ﷺ کا فرمان عالیشان ہے سب سے بہترین دن جسمیں سورج طلوع ہو جمعہ کا دن ہے اسی دن آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اسی دن انکو زمین پر اتارا گیا اسی دن انکی توبہ قبول کی گئی اسی دن انکی وفات ہوئی اسی دن قیامت قائم ہوگی زمین پر نہیں ہے کوئی دابۃ (مخلوق) مگر وہ مخلوق جمعہ کے دن جب سورج طلوع ہوتا ہے قیامت کے ڈر سے چیختا چلاتا ہے سوائے انسانوں اور جنات کے اور اسی دن ایک لمحہ ایسا ہوتا ہے مسلم بندہ نہیں پاتا اس لمحے کو اور وہ اس لمحے میں اللہ سے سوال کرے مگر یہ کہ اللہ پاک اسکو عطا کرتے ہیں وہی چیز جو اللہ سے مانگے۔اس کی جمع "جُمَعْ جمعات" آتی ہے۔

صلاۃ العیدین

یوم العید کو عید اس لیئے کہا جاتا ہے کہ اس میں اللہ کے احسانات وانعامات بندوں کی جانب لوٹ کر آتے ہیں۔علامہ کا کی فرماتے ہیں عید کا دن لوگوں کے اجتماع کا دن ہے کہ لوگ اس میں جمع ہوتے ہیں اور اس دن کا نام عید اس لیئے رکھا گیا کیونکہ یہ مشتق ہے عود سے اور عود کے معنی ہے لوٹنا چنانچہ مسلمان ایک بار لوٹنے کے بعد دوسرے سال پھر لوٹ کر آتے ہیں اور جمع ہوتے ہیں یا اس وجہ سے کہ یہ بار بار لوٹ کر آتی ہے ہر سال یا اس وجہ سے کہ یہ خوشی اور مسرت کے لمحات کو ساتھ لیکر آتی ہے اور فرح وسرور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے مشہور ناموں میں سے ہیں لغت کی کتاب صحاح میں اسکی جمع اعیاد آئی ہے لیکن صحیح بات تو یہ ہے کہ اسکی جمع اعود ہونی چاہیے کیونکہ یہ عود سے مشتق ہے۔لیکن یاء کے ساتھ جمع اس وجہ سے لائی گئی تاکہ اسکے اور اعواد الخشبۃ (ٹہنی) کے درمیان میں فرق ہو جائے عید الفطر کی نماز سنہ ایک ہجری

میں فرض ہوئی۔ عید اصل میں عود تھا کیونکہ یہ عود سے مشتق ہے، اسکا معنی ہے رجوع کرنا واو کو یاء سے تبدیل کیا کیونکہ واوٗ ساکن تھا اور ماقبل مکسور کے بعد واقع ہوا تھا جیسے میزان (اصل میں موزان تھا واوٗ ساکن تھا اور اسکا ماقبل مکسور تھا واوٗ کو یاء سے تبدیل کر دیا تو میزان ہوگیا) ایک قول یہ ہے کہ یہ مشتق ہے عَیَدَ سے بمعنی جمع ہونا۔

صلاۃ الکسوف

اسمیں اضافت تعریف کے لئے ہے اور یہ اضافۃ الشئی الی سببہ کی قبیل سے ہے اس لئے کہ اس نماز کا سبب کسوف ہے یعنی وہ نماز جو کسوف کے سبب سے واجب ہو (جاننا چاہیئے کہ اس باب میں دو لفظ ہیں) ۱) کسوف ۲) خسوف ان دونوں کا معنی ایک ہے یعنی ان دونوں کے معنی میں قدرِ مشترک یہ بات ہے کہ ہر ایک (سورج، چاند) سے روشنی کا ختم ہو جانا۔ ابن فارس ازہری، جوہری، نے یہ معنی بیان کیا ہے یا ان کا معنی ہے کم ہونا۔

ان دونوں کے درمیان بعضِ حضرات نے اور فروق بھی بیان کیئے ہیں ملاحظہ فرمایئے۔

کسوف کہتے ہیں روشنی کے چلے جانے کو اور خسوف گول دائرے (عام ہے سورج کا ہو یا چاند کا) کے جانے کو۔

کسوف کہتے ہیں کہ سورج کی روشنی چلے جانے کو اور خسوف چاند کی روشنی کے چلے جانے کو پہلے کو معروف معنی میں سورج گرہن اور دوسرے کو چاند گرہن کہا جاتا ہے۔ قاموس میں ہے کہ خسوف کہتے ہیں بعض روشنی کے جانے کو (عام ہے چاند کی ہو یا سورج کی) اور کسوف کہتے ہیں مکمل طور پر روشنی غائب ہو جائے۔ اہل لغت کسوف کے لفظ کو چاند اور سورج دونوں کیلئے متعین کر کے اسکو عام کہتے ہیں اور بعض خاص کہتے ہیں کہ کسوف کا لفظ شمس اور خسوف

کالفظ چاند گرہن کے لئے مستعمل ہے۔
پھر جمہورِ فقہاء اور اہلِ لغت کا اتفاق ہے کہ کاف کے ساتھ یعنی کسوف سورج گرہن اور خاء کے ساتھ یعنی خسوف چاند گرہن کے ساتھ خاص ہے۔

استقساء

صلاۃ الاستقساء میں اضافت، اضافت المصدر الیٰ مفعولہ، کی قبیل سے ہے لغوی معنی ہے سیراب ہونے کو طلب کرنا اور جو چیز بطورِ مشروب کے پی جاتی ہے اسکو عطاء کرنا اسکا اسم سقیا (بضم السین) ہے۔
استقساء کے شرعی معنی ہے بارش کے نزول کو طلب کرنا ایک خاص کیفیت کے ساتھ (جو احادیث کی کتابوں میں مذکور ہے) سخت ضرورت کے موقع پر اس طور پر کہ بارش رک جائے اور لوگوں کیلئے وادیاں، نہریں، کنوئیں نہ ہوں کہ وہ خود بھی سیراب ہوں اور اپنے مویشیوں اور کھیتوں کو بھی سیراب کر سکیں مگر یہ کہ وہ پانی انکو سیراب کرنے میں کافی نہ ہوتا ہو اور اگر پانی کافی ہو تو پھر یہ استقاء نہیں کہلائے گا جیسا کہ محیط میں ہے۔

قیام شہر رمضان

لفظ قیام کا اطلاق تراویح پر کیا جاتا ہے حدیث کی اتباع کرتے ہوئے کما ورد فی الحدیث آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزوں کو فرض کیا ہے اور اسکے قیام (تراویح) کو مسنون قرار دیا ہے تمھارے واسطے اور اس مہینے کا نام رمضان رکھا گیا ہے اسلیئے کہ یہ گناہوں کو جلا دیتا ہے۔

ترویحہ ہر چار رکعت کا نام ہے۔ اصل میں راحت اور سکون کے پہچانے کو ترویحہ کہتے ہیں، اور وہ ہے تھوڑی دیر بیٹھنا پھر ہر چار رکعت کا نام ترویحہ رکھا گیا جس کے آخر میں ترویحہ یعنی تھوڑی دیر بیٹھ کر آرام کیا جاتا ہے۔

صلاۃ الخوف

صلاۃ کی اضافت خوف کی طرف اضافۃ الشئ الیٰ شرطہ یا الیٰ سببہ کی قبیل سے ہے یعنی وہ نماز جو خوف کی شرط یا خوف کے سبب سے واجب ہو، علامہ فخر الاسلام بزدوی اپنی مبسوط میں تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خوف سے مراد اس باب میں دشمن کی موجودگی ہے حقیقتاً خوف مراد نہیں ہے کیونکہ دشمن کی موجودگی کو خوف کے قائم مقام کرکے اسی پر حکم کا مدار رکھا گیا ہے جیسا کہ یہ بات ہمارے بیان کردہ اصل (قانون) سے معلوم ہوئی کہ رخصت کو محض سفر کرنے پر معلق کیا گیا ہے نہ کہ نفسِ مشقت پر کیونکہ نفسِ سفر کو مشقت کے قائم مقام کردیا گیا ہے (اگر کوئی ایسا سفر کرتا ہو جسمیں ذرہ برابر مشقت نہ ہوتی ہو جیسے ہوائی جہاز کا سفر تو تب بھی نمازوں کے سلسلے میں رخصت پر عمل کرنا واجب ہوگا)، اسی طرح علامہ کمال بیان کرتے ہیں: جان لو کہ صلاۃ الخوف (جو کہ کتبِ فقہ میں مذکور ہے) اس طریقے پر پڑھنا اس وقت لازم ہے جب امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں اختلاف پیدا ہوجائے لیکن اگر سب میں اتحاد و اتفاق ہو اور تنازع کی صورت نہ ہو تو افضل طریقہ یہ ہے کہ امام ایک طائفہ کو کامل نماز پڑھائے (دوسرا طائفہ مقابلے کے لئے چلا جائے) اور دوسرے طائفہ کو (جب وہ واپس آئیں) دوسرا امام پوری نماز پڑھائے۔

جنائز

یہ باب اضافۃ الشئی الیٰ سببہ کی قبیل سے ہے کیونکہ نماز جنازہ کے وجوب کا سبب جنازے کا موجود ہونا ہے۔ جنائز جنازۃ کی جمع ہے اور یہ لفظ جیم کے فتح کے ساتھ ہے اور اگر جیم کے کسرے کے ساتھ جِنازہ پڑھا جائے تو یہ میت اور (میت کی) چارپائی کے نام کے طور پر ہوگا، ایک قول یہ ہے کہ جیم کے فتحے کے ہوتو اس سے میت مراد ہوگی اور اس باب میں یہی معنیٰ مراد ہے اور کسرے (جِنازہ) کے ساتھ ہو تو یہ میت کی چارپائی کا نام ہوگا، بعض حضرات نے اسکے برعکس بیان کیا ہے کہ جیم کے فتحے کے ساتھ (جنازہ) ہو تو یہ چارپائی کا نام ہوگا اور کسرہ کے ساتھ (جِنازہ) ہو تو یہ میت کا نام ہوگا، ایک قول یہ ہے کہ جنازہ جیم کے فتحے کے ساتھ پڑھا جائے تو یہ میت کیلئے مستعمل ہوگا اور کسرے کے ساتھ پڑھا جائے تو میت یا چارپائی کے نام کے طور پر مستعمل ہوگا۔

الشھید

شھید فعیل کے وزن پر اسمِ مفعول کے معنی میں ہے کیونکہ فرشتوں کی جماعت اسکی موت کے وقت اسکے اعزاز کے طور پر اسکے پاس موجود ہوتی ہے پس وہ (اس اعتبار سے) مشھود ہوا، یا اس وجہ سے کہ اسکے لئے جنّت کی گواہی دی جاتی ہے۔ یا تو شھید اسمِ فاعل (شاھد) کے معنی میں ہوگا اسلیئے کہ شھید اللہ تعالیٰ کے حضور زندہ ہوتا ہے اور عنداللہ موجود ہوتا ہے۔

لفظِ شھید کا اطلاق بطورِ وسعت کے اس شخص پر کیا جاتا ہے، جو پانی میں غرق ہو جائے یا آگ میں جل جائے، پیٹ کی بیماری میں چل بسے، علم کی طلب میں موت

آجائے، طاعون کی وبا سے ہلاک ہو جائے سفر میں وفات ہوجائے (یعنی مسافر ہو)، دردِزہ میں عورت انتقال کر جائے، نمونیے کی بیماری سے مر جائے وغیرہ۔ ان لوگوں کے لئے مقتولین کے برابر اجر وثواب ہوگا جیسا کہ اشارہ کیا گیا ہے مبسوط اور اسکے علاوہ دیگر کتبِ فقہ میں شہیدِ حقیقی شرعی کے درمیان فرق کرتے ہوئے (جیسا اجر اس شہید کو ملیگا ویسا ہی ان مذکورہ لوگوں کو ملیگا) شہیدِ حقیقی شرعی وہ ہے جو احکامِ دنیا میں شہید کہلائے (اور یہ مذکورہ لوگ دنیاوی احکام میں شہید نہیں کہلائے گے (دنیاوی احکام، جیسے بغیر کفن پہنائے دفن کرنا، غسل نہ دینا اگر شہید جنبی نہ ہو، اور عند البعض اسکی نمازِ جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے گی جبکہ ہمارے احناف کے یہاں شہید کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ جبکہ جن حضرات کا ذکر اوپر ہوا ہے انکے ساتھ یہ سارے معاملات نہیں کیے جائے گے۔

شہیدِ کامل فقہاء کی اصطلاح میں وہ ہے جسکو اہل حرب یا باغیوں نے یا ڈاکوؤں نے یا چوروں نے قتل کر دیا ہو اس کے گھر میں (چاہے یہ قتل کرنا) رات میں ہو یا دن میں کسی بھی آلے کے ساتھ چاہے وہ آلہ بوجھ والا ہو (جیسے بڑا پتھر) یا دھاردار (جیسے چاقو، چھری اور تلوار وغیرہ) یا وہ میدانِ جنگ میں اس حال میں پایا جائے کہ اس پر نشان ہو جیسے زخم کا، ہڈی کے ٹوٹنے کا یا جلنے کا اور خون کا اخراج ہو رہا ہو کان یا آنکھ سے یا اسکو قتل کر دیا ہو کسی مسلمان نے ظلماً جان بوجھ کر کسی دھاردار آلے کے ذریعے اور وہ مقتول مسلمان ہو مکلّف ہو (عاقل و بالغ) پاک ہو (حالت حیض ونفاس و جنابت سے خالی ہو) اور زخمی ہونے کے بعد دنیاوی فائدہ نہ اٹھایا ہو (کھانا پینا، دوا دارو کرنا وغیرہ) پس اگر زخمی حالت میں وہ زندہ رہا اور دوا دارو کی یا پھر نماز کا وقت گذرا تو یہ بھی دنیاوی نفع ہوگا مگر کامل شہید نہیں ہوگا۔ اخروی اعتبار سے شہید کہلائے گا۔

الشهيد على ثلاثة أقسام باعتبار الدنيا والآخرة

یعنی دنیا اور آخرت کے لحاظ سے شہید کی تین قسمیں ہے

۱) جو دنیا اور آخرت میں شہید ہو۔

۲) جو دنیاوی اعتبار سے شہید ہو۔

۳) اخروی لحاظ سے شہید ہو۔

پہلی قسم کو شہیدِ کامل کہا جاتا ہے اور شہید کامل وہ مجاہد ہے جو کفّار کے ساتھ لڑائی کرتے ہوئے مارا جائے اس حال میں کہ وہ آگے بڑھ رہا ہو نہ کہ پیچھے ہٹ رہا ہو اور کفّار کے ساتھ قتال اس وجہ سے ہوتا کہ اللہ کا کلمہ بلند و بالا ہو اور کافروں کا کلمہ پست ہو (اور اس لڑائی میں) دنیاوی اغراض میں سے کوئی غرض شامل نہ ہو۔

دوسری قسم: دنیاوی اعتبار سے شہید وہ ہے جو کفّار کے ساتھ قتال کرتے ہوئے مارا جائے اور درحقیقت وہ مالِ غنیمت میں خیانت کرتا ہو یا نام و نمود اور دکھلاوے کی غرض سے یا دنیاوی اغراض میں سے کسی غرض کی خاطر قتال کرے۔

تیسری قسم: اخروی لحاظ سے شہید وہ ہے جس کو بنا قتال کے ظلماً قتل کردیا جائے اسی طرح پیٹ کی بیماری میں مرنے والا، طاعون کی وباء سے مرنے والا، یا غرق ہوکر ہلاک ہونے والا یا دور دراز کے علاقے میں مردہ حالت میں پایا جائے اور جیسا کے طالبعلم جبکہ علم کے حصول میں موت آجائے اسی طرح وہ عورتیں جو دردِ زہ میں وفات پا جائیں (یہ سب اخروی لحاظ سے شہید کہلائیں گے)۔

زکوٰۃ

زکوٰۃ کے لغوی معنی ہے "پاک کرنا" (کیونکہ یہ مال کو پاک کرتا ہے) اور اسکا ایک معنی ہے

''نماء'' یعنی بڑھنا(کیونکہ زکوٰۃ دینے سے مال میں برکت ہوتی ہے اور وہ بڑھتا ہے)۔
زکوٰۃ کے شرعی معنی: مال کے جز کا مالک بنانا جسکو شریعت نے متعین کیا ہو مسلمان فقیر کیلئے
جو کہ ھاشمی خاندان سے نہ ہو اور نہ ہی انکے آزاد کردہ غلاموں میں سے ہوں (ساتھ ساتھ یہ
بھی ضروری ہے) کہ مال کی منفعت مالک سے مکمل طور سے ختم ہو جائے اور یہ
(دینا) خالصتاً اللہ کے لئے ہو۔

زکوٰۃ الابل

لفظ ابل اسمِ جنس ہے اس لفظ سے اسکا واحد نہیں آتا جیسے ''قوم اور نساء'' اس لفظ سے انکا واحد نہیں آتا ہے۔ ابل کا نام ابل اسلئے رکھا گیا ہے کہ یہ اپنی رانوں پر پیشاب کرتا ہے، شیخ قدوری رحمہ اللہ نے مویشوں کی زکوٰۃ کو سونا چاندی کی زکوٰۃ پر مقدم کیا، کیونکہ زکوٰۃ کی مشروعیت اولاعرب سے ہوئی ہے اور وہ مویشیوں والے تھے پھر اونٹ کی زکوٰۃ کو بقر کی زکوٰۃ پر مقدم کیا کیونکہ اہلِ عرب اونٹ کا استعمال بقر کی بنسبت زیادہ کرتے تھے۔

زکوٰۃ البقر

لفظِ بقر قاف کے سکون کے ساتھ ہے یعنی ''پھاڑنا'' اسکا نام بقر اسلیئے رکھا گیا ہے کہ یہ زمین کو پھاڑتی ہے جیسا کہ بیل ہل چلاتے وقت زمین کو پھاڑتا ہے اور زمین کو جوتتا ہے ۔اسکا مفرد بقرۃ آتا ہے اور اسمیں تاء وحدت کے لئے ہے (اسکی جمع بقر، ابقار، اباقیر آتی ہے)۔

لفظِ بقر اسمِ جنس ہے، ابنِ سیدہ فرماتے ہیں کہ اس لفظ کا اطلاق بقرِ اہلی اور بقرِ وحشی دونوں پر

ہوتا ہے، مذکر اور مؤنث سب کے لئے بقر کا لفظ مستعمل ہوتا ہے۔ اسکا مفرد بقرۃ ہے اسپر جو ھاء ہے اس بناء پر کہ یہ اسمِ جنس میں سے مفرد (کی علامت کے طور پر) ہے جمع بقرات آتی ہے۔

حضراتِ فقہاء کرام نے گائے کے احکام فقہیہ میں بھینس کو گائے کے مساوی قرار دیا ہے اور اسکے ساتھ جنس واحد کی طرح معاملہ کیا ہے۔

زکوٰۃ الغنم

لفظِ غنم، غنیمۃ سے مشتق ہے، اسکا نام غنم اسلیئے رکھا گیا ہے کہ اس حیوان کے پاس اپنی حفاظت کا کوئی آلہ نہیں ہوتا یہ تو ہر اس شخص کے لئے غنیمت ہوگی جو اسکو پالے اور حاصل کر لے، لفظِ غنم اسمِ جنس ہے اسکا اطلاق قلیل و کثیر، مذکر و مؤنث سب پر ہوتا ہے۔

زکوٰۃ الخیل

لفظِ خیل، خیلاء سے مشتق ہے یعنی ''فخر اور غرور کرنا'' مُغرِب (لغت کی کتاب) میں ہے کہ خیل عربی و عجمی گھوڑوں کا اسمِ جمع ہے چاہے مذکر ہو یا مؤنث (سب کے لیئے خیل بولا جاتا ہے)

زکوٰۃ الفضّۃ

فضّۃ زمین سے نکلنے والی سفید رنگ کی چمک دار قیمتی دھات ہے جو خلقتاً (زمین میں) پائی جاتی ہے اور دیگر دھاتوں کے ساتھ ملی جلی ہوتی ہے (خلقتاً کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین بناتے وقت اس کو زمین کے اندر پیدا کیا)۔ لفظِ فضّۃ یہ ڈھلی ہوئی چاندی

(سکّے ،زیورات، برتن) اور بغیر ڈھلی ہوئی چاندی (ٹکڑے،سلاخیں) کیلئے استعمال ہوتا ہے اور لفظ رقہ، ورق خاص ہے ڈھلی ہوئی چاندی کے ساتھ اسکی جمع رُقوق آئی ہے راء کے پیش کے ساتھ۔

زکوٰۃ الذہب

زمین سے نکلنے والی نہایت قیمتی دھات ہے جو کے زرد رنگ کی ہوتی ہے یہ ڈھلے ہوئے اور بغیر ڈھلے ہوئے سونے کیلئے استعمال ہوتی ہے دونوں پر ذہب کا اطلاق ہوتا ہے۔

زکوٰۃ العروض

عروض، عرْض (راء کے سکون کے ساتھ)، کی جمع ہے عرض سامان کو کہتے ہیں اور ہر چیز وہ عرض میں شمار کی جائے گی سوائے درہم اور دنانیر کے (وہ عرض میں شامل نہیں ہونگے) ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ عرض وہ سامان ہے کہ اس سامان میں کیلی اشیاء داخل ہوتی ہیں نہ ہی وزنی نہ وہ حیوان ہو اور نہ زمین۔

زکوٰۃ الزروع والثّمار

زکوٰۃ سے مراد اس باب میں عشر ہے اور عشر کا نام زکوٰۃ صاحبین کے قول کی تخریج کی بناء پر ہے کیونکہ صاحبین پیداوار میں (زکوٰۃ کے لیئے) نصاب اور باقی رہنے کی شرط لگاتے ہیں پس اس لحاظ سے یہ (عشر) زکوٰۃ کی ایک نوع ہے۔اسی طرح امام الہمام قدوۃ الانام امامِ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جبکہ اسکا مصرف مصارفِ زکوٰۃ ہیں تو اسی وجہ سے عشر کا نام زکوٰۃ رکھ دیا گیا۔

زروع وثمار سے مراد ہر وہ چیز ہے جسکو غلے یا پیداوار کے حصول کی غرض سے زمین سے اُگایا جائے، چاہے اس (پیداوار) میں بقاء کی صلاحیت ہو جیسے گندم، جو وغیرہ کے دانے یا وہ (پیداوار) ایسی ہو جو باقی نہیں رہ سکتی ہو جیسے، پھل، سبزیاں، آلوچہ، خوبانی، بیگن وغیرہ۔

کن لوگوں کو صدقات دینا جائز ہے اور کن لوگوں کو دینا ناجائز ہے

جب مصنف رحمہ اللہ زکوٰۃ بمع اسکی تعداد وغیرہ کے اور جو زکوٰۃ سے ملحق ہیں جیسے معادن میں سے خمس کا دینا، پیداوار میں سے عشر کا واجب ہونا بیان کر چکے تو ان کے لئے مصارف کا ہونا لازمی ہے تو مصنف رحمہ اللہ مصارف کا باب لیکر آئے۔

صدقۃ الفطر

صدقے کی اضافت فطر کی طرف اضافۃ الشئ الیٰ شرطہ یا سببہ کی قبیل سے ہے۔ فطر سے مراد عید الفطر کا دن ہے جیسے یوم النحر سے مراد دس ذی الحجّہ کا دن ہے، اسلیئے کہ فطر سے یہاں فطرِ لغوی مراد نہیں ہے اسلیئے کہ فطرِ لغوی تو رمضان کی ہر رات میں ہوتا ہے (یعنی روزے کے بعد لوگ کچھ نہ کچھ کھاتے پیتے ہیں) اور اسکا نام صدقہ رکھا گیا ہے اور (صدقہ) وہ عطیہ ہے جسکے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ سے ثواب کا ارادہ کیا جائے اسلیئے کہ یہ صدقہ آدمی کی سچائی کو ظاہر کرتا ہے جیسے صُداق (مہر) ظاہر کرتا ہے کہ آدمی عورت سے نکاح کے معاملے میں سچا ہے (تبھی تو مال بھی خرچ کر رہا ہے)۔ یہ ایک اسلامی لفظ ہے جسپر فقہاء نے اصطلاح قائم کی ہے گویا کہ فطر، فطرۃٌ سے ماخوذ ہے جو نفس اور خلقت کے معنی میں ہے (کیونکہ یہ صدقہ ہر نفس کی طرف سے دیا جاتا ہے)۔ شرعی معنی یہ ہیکہ صدقہ فطر نام ہے اس خاص صدقے کا جو انسان پر اسکی ذات کی جانب سے اور ان لوگون کی طرف سے

واجب ہوتا ہے جو اسکے زیرِ کفالت ہوتے ہیں (جیسے چھوٹے بچّے، بیوی، غلام وغیرہ)۔

صوم

صوم کے لغوی معنی ہے مطلقاً رُکنا کسی بھی چیز سے ہو کسی بھی وقت میں ہو، جیسا کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے ﴿فقولی انّی نذرت للرّحمٰن صوماً﴾ یہاں صوم کا معنی ہے بات چیت سے رک جانا اور شرعیّت میں صوم نام ہے خاص شخص کا، خاص طریقے سے، خاص وقت میں، خاص صفت کے ساتھ رکنا۔

اعتکاف

اعتکاف کے لغوی معنی ہے رکنا کیونکہ یہ عکوف سے مشتق ہے اور عکوف کے معنی قید وحبس کے آتے ہیں اسی معنی سے باری تعالیٰ کا قول ہے ﴿والھدی معکوفاً﴾ (قربانی کے وہ جانور جنکو روک لیا جائے) اعتکاف کے شرعی معنی ہے کہ روزے اور اعتکاف کی نیّت سے مسجد میں ٹھیرنے کا نام اعتکاف ہے۔

حج

حج کے لغوی معنی ہے "قصدوارادہ کرنا" اور شرعی معنی ہے کہ ایک خاص مکان (کعبہ) کی، خاص زمانے (حج کے مہینوں) میں، خاص فعل (افعالِ حج) کے ساتھ علیٰ وجہ التعظیم زیارت کرنا۔

اِفراد

اِفراد بابِ افعال کا مصدر ہے، حجِّ اِفراد کہتے ہیں کہ محرم میقات یا اس سے پہلے فقط حج کا

احرام باندھے۔

قِران

دو چیزوں کے درمیان کسی چیز کو جمع کرنے کو یا ملانے کو لغت میں قِران کہتے ہے (کیونکہ اس میں حج اور عمرے کو ایک ساتھ ملایا جاتا ہے اسلیئے اسکو قِران کہتے ہیں) قِران کے شرعی معنی یہ ہیکہ حج وعمرے کا ایک ساتھ احرام باندھنا میقات یا میقات سے پہلے (یعنی اپنے گھر میں یا ہوائی جہاز میں) حج کے مہینوں (شوّال، ذوالقعدہ، ذوالحجّہ کا پہلا عشرہ) میں یا اس سے پہلے۔

تمتّع

تمتّع، متاع سے مشتق ہے یعنی فائدہ دینا یا فائدہ اٹھانا شریعت میں تمتّع کہتے ہیں کہ عمرے کے احرام اور اس کے افعال وارکان یا اکثرِ ارکان کو حج کے احرام اور اس کے افعال وارکان یا اکثرِ ارکان کو حج کے مہینوں میں جمع کر کے نفع اٹھانا اپنے اہل میں بغیر المامِ صحیحہ کے (یعنی اپنے ساتھ ھدی کا جانور لیکر نہ جائے)۔

جنایات

جنایات، جنایۃ کی جمع ہے اور جنایات اس فعل کو کہتے ہیں جو شرعاً حرام ہو چاہے (جنایت) مال کے ساتھ ہو یا نفس کے ساتھ لیکن فقہاء کرام نے نفس اور مادون النفس میں عمل کرنے کو لفظ جنایت کے ساتھ خاص کیا ہے اور مال کے ساتھ جرم کرنے کو غصب سے تعبیر کیا ہے ۔اس باب میں جنایت سے مراد ایسا فعل ہے جس کا کرنا محرم کیلئے ناجائز ہو اور اس کو جمع

یہاں اس لیے لے کر آئے کیونکہ جنایت کی بہت سی انواع ہیں۔

احصار

احصار کے لغوی معنی ہیں "روکنا" کہا جاتا ہے "حصره العدو واحصره المرض" اس کو دشمن نے روک دیا، اس کو مرض نے روک دیا۔ احصار کے شرعی معنی یہ ہے کہ محرم کا وقوف اور طوافِ زیارۃ سے شرعی عذر کی بناء پر رک جانا اس طور پر کہ اسکے لیئے دم (قربانی) کے ذریعے حلال ہونا مباح ہو اس شرط کے ساتھ جب ممکن ہو اسکی قضاء لازم ہوگی۔

فوات

فوات کا معنی ہے شئی اپنے وجود کے بعد معدوم ہو جائے مراد یہاں یہ ہے کہ ایک شخص نے حج کا احرام باندھا پس اسکا وقوفِ عرفہ فوت ہو جائے (کسی وجہ سے) یہاں تک کہ یوم النحر (دس ذی الحجّہ) کی فجر طلوع ہو جائے۔

ھدی

لغت وشریعت میں ھدی اس حیوان کو کہتے ہیں جو چوپائے میں سے ہو اور حرم کی طرف بھیجا جائے (قربانی کے واسطے) تا کہ حج کی اس عبادت میں ثواب وقربت حاصل کر سکے، اور اسکا ادنیٰ جانور بکری ہے۔ ھدی کی تین قسمیں ہیں۔ ۱) گائے ۲) اونٹ ۳) بکری۔

ابواب البیوع

لفظِ بیوع یہ لفظ اضداد میں سے ہے کہا جاتا ہے "باعَ کذا" جب کہ شئی کو اپنی ملکیت سے

نکال دے یا اپنی ملکیت میں داخل کردے، غالباً اسکا استعمال مبیع کو ملکیت سے نکالنے کے طور پر ہوتا ہے بیع کے لغوی معنی مطلق تبادلے کے ہیں رضامندی کی قید کے بغیر، اور شرعی معنی ہے "ایک مال کا دوسرے مال کے ساتھ تبادلہ کرنا آپس کی رضامندی کے ساتھ۔

خیار الشرط

خیار کی اضافت شرط کی طرف اضافت الشئ الیٰ سببہ کی قبیل سے ہے کیونکہ شرط ہی خیار کا سبب ہے، خیار شرط فقہاء کی اصطلاح میں کہتے ہیں: وہ اختیار ہے جو متعاقدین (بائع یا مشتری) میں سے کسی ایک کے لئے ثابت ہوتا ہے عقد (بیع) کو جاری رکھنے اور فسخ کرنے کے درمیان۔

خیار الرؤیۃ

خیار اس حق کا نام ہے جو شارع کے دینے کے سبب سے حاصل ہوتا ہے جیسے خیارِ بلوغ، یا عاقد کے دینے کے سبب سے جیسے خیارِ شرط۔ لفظِ "رؤیۃ" یہ رای یرای (بابِ فتح یفتح) کا مصدر ہے اسکے لغوی معنی ہے آنکھ اور قلب سے دیکھنا (قلب سے دیکھنے کا مطلب چشمِ بصیرت ہے)۔

اصطلاحی معنی ہے کہ خیارِ رؤیۃ وہ حق ہے جو مالک کیلئے ثابت ہوتا ہے کہ اس عقد کو فسخ کردے یا نافذ کردے جسوقت وہ بعینہ معقود علیہ (جس چیز پر عقد ہوا ہے) کو دیکھ لے اور اس چیز کو پہلے نہ دیکھا ہو۔ خیار کی اضافت رؤیۃ کی طرف اضافت السبب الیٰ المسبب کی قبیل سے ہے یعنی وہ خیار جسکا سبب رؤیۃ ہو اور خیارِ رؤیۃ کی بحث میں رؤیۃ سے مراد

حال اور محل پر مطلع ہونا ہے جسکے ذریعے سے مبیعہ کا مقصودِ اصلی معلوم کیا جاتا ہے (مثلاً ایک بکری دودھ کیلئے خریدی تو اسکے تھنوں کو دیکھے یا اگر گوشت کیلئے خریدی ہے تو اسکی سرین اور کوکھ پر ہاتھ رکھ کر دیکھے اور اگر غلام یا باندی ہوں تو چہرے کو دیکھے وغیرہ)

خیار العیب

"عیب وہ ہے جو بیع کے اندر موثر ہو، اور شرعاً عیب وہ ہے کہ جو اس ثمن کو کم کردے جس ثمن کے ذریعے کوئی چیز خریدی گئی ہو (اور یہ کم ہونا) ایسے اصحابِ معرفت کے نزدیک ہو جو ہر تجارت اور پیشے سے واقف ہوں۔ ایک تعریف یہ بھی ہے، کہ تاجروں اور تجربے کار لوگوں کی یہاں ثمن کی کمی عیب ہے، ساداتِ حنفیہ کے نزدیک خیارِ عیب کہتے ہیں کہ مشتری کو مبیعہ کا اسکے بائع کی طرف لوٹانے کا اختیار حاصل ہو (عیب کے سبب سے)۔

بیع فاسد

فاسد سے ایسا معنی مراد ہے جو عام ہو اور باطل کو بھی شامل ہو اسلیئے فقہاء اس باب میں وہ معنی ذکر کرتے ہیں جو باطل کو شامل ہو، فاسد سے مراد وہ بیع ہے جو اپنے وصف کے اعتبار سے مشروع نہ ہو چاہے اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع ہو یا نہ ہو۔ قاموس میں ہیکہ "فَسَدَ نَصَرَ کے وزن پر صلح کی ضد ہے اور فساد کا شرعی معنی ہے جو اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع ہو نہ کہ وصف کہ لحاظ سے، اور اصل کے اعتبار سے مشروع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مال متقوم ہو (یہ مطلب نہیں) کہ اسکا جائز اور صحیح ہونا۔

"" المجلة لاحکام العدلیة" میں بیع فاسد کی ایک اور تعریف کی گئی ہے: جو اپنی اصل کے اعتبار

سے مشروع ہو نہ کہ وصف کہ اعتبار سے مشروع ہو یعنی اپنی ذات کے اعتبار سے صحیح ہو اور خارجی اوصاف کی بناء پر فاسد ہو فقہاءِ احناف فرماتے ہیں کہ بیع کے اندر فاسد اور باطل ہونا دو مختلف لفظ اور دو مختلف اصطلاحیں ہیں انمیں سے ہر ایک کا ایسا معنیٰ ہے جو دوسرے کے معنیٰ کے خلاف اور مغائر ہے، پس باطل تو وہ ہے جسکا رکن یا محل مُختل (خراب) ہو جائے اسکا رکن تو ایجاب وقبول ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے جب بیع کا رکن خراب ہو جائے اور اسمیں خلل واقع ہو تو گویا کہ یہ ایسا عقد ہے جو مجنون یا صبی لایعقل (ناسمجھ بچہ) سے صادر ہو رہا ہے تو (اس صورت میں) بیع باطل ہو گی اور منعقد نہ ہو گی، اسی طرح جب محلِّ بیع میں خلل آجائے اور محلِّ بیع "مبیعہ" ہے گویا کہ وہ مردار، خون یا خنزیر کی طرح ہے تو اس صورت میں بھی بیع باطل ہو گی۔ بیع فاسد وہ ہے جس میں رکن اور محل کے علاوہ خلل اور خرابی ہو جیسا کہ ثمن میں خلل آجائے اس طور پر کہ ثمن شراب ہو پس جب کوئی سامان خریدا تو اس کی بیع صحیح ہے اور اسکا ثمن شراب کو مقرر کیا تو بیع فاسد ہو کر منعقد ہو گی مبیع پر قبضہ کرنے سے بیع نافذ ہو جائے گی لیکن مشتری (خریدار) پر شراب کے بجائے اس کی قیمت آئے گی کیونکہ شراب ثمن بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی اسی طرح جب اس (بیع) میں خلل ایسی جہت سے پیدا ہو کہ مبیع کے سپرد کرنے پر قادر نہ ہو جیسا کہ کوئی مغصوبہ چیز بیچی جو اس سے غصب کر لی گئی تھی تو اب وہ بائع اس کے سپرد کرنے پر قادر نہیں ہے تو بیع فاسد ہو گی یا اس (بیع) میں خلل ایسی جانب سے ہو کہ اس میں ایسی شرط لگائی جائے جو مقتضیٰ عقد کے خلاف ہو تو ان تمام احوال اور صورتوں میں بیع فاسد ہو گی اور فقہاء باطل کو اس بیع کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں جو اپنی اصل اور وصف کے اعتبار سے مشروع نہ ہو اصل سے فقہاء کی مراد رکن اور محل ہیں جیسا کہ آپ نے یہ بات پہچان لی ہے۔ رکن کے مشروع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ رکن میں خلل نہ ہو اور محل

کے مشروع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مالِ متقوِّم ہواور وصف سے مراد جو رکن اور محل سے خارج ہو جیسے ایسی شرط جو مقتضیٰ عقد کے خلاف ہو اسی طرح ثمنیت یہ وصف ہے (رکن اور محل سے خارج ہیں) اور عقد کے تابع ہیں۔

فساد، صلاح کی ضد ہے بیع فاسد اصطلاح میں کہتے ہیں جو اصلاً مشروع ہو وصفاً مشروع نہ ہو اصل سے صیغہ (بعتُ واشتریتُ) اور عاقدان (بائع اور مشتری) اور معقود علیہ (مبیعہ) مراد ہے، اور جو انکے علاوہ ہو وہ وصف ہے۔

نوٹ: مالِ متقوِّم دو معنی میں استعمال ہوتا ہے ۱) کہ جس کے ذریعے فائدہ اٹھانا مباح ہو ۲) وہ مال جس کو قبضے میں لے کر محفوظ کرلیا جائے پس مچھلی سمندر میں مالِ غیر متقوِّم شمار ہوگی اور جب مچھلی کو شکار کر کے قبضے میں لے کر اپنے پاس محفوظ کرلیا تو اس حفاظت کی وجہ سے وہ مالِ متقوِّم بن جائے گی (المجلّة)۔

اِقالة

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں اِقالة، اَقال اجوفِ یائی کا مصدر ہے اور اس کا معنی ہے اکھاڑنا، دور کرنا۔ شرعی معنی ہے عقد اول کو اٹھالینے کا نام اِقالة ہے۔

نوٹ: واضح رہے کہ اِقالة یہ قول سے مشتق نہیں ہے اور اِقالة میں همزہ سلب کے لیے ہے (کیونکہ یہ باب افعال سے ہے، افعال کے خواص میں سے ایک سلبِ ماخذ ہے) یعنی پہلے قول کو (عقدِ اوّل) زائل کردینا۔ اسی طرح بعض شرّاح نے یہ کہا ہے یہ "قیل" سے مشتق ہے اور اس کو تین وجوہات کے ساتھ فتح القدیر میں ذکر کیا گیا ہے۔

۱) اہل عرب کہتے ہیں قِلته " کسرے کے ساتھ تو یہ دلالت کرتا ہے اس کا عین کلمہ یاء ہے

نہ کے واؤ پس یہ ''قول'' سے ماخوذ نہیں ہوگا۔

۲) صحاح (لغت کی کتاب) میں اِقالے کو قاف اور یاء کے ساتھ ذکر کیا ہے نہ کے واؤ کے ساتھ۔

۳) مجموعہ اللغۃ میں ذکر کیا گیا ہے ''البیع قیلاً واِقالۃ ای فسخہ'' یعنی اس نے بیع فسخ کردی۔

(تو تین وجوہات سے اس کا اجوف یائی ہونا راجح ہوگیا کہ یہ ''قیل'' سے مشتق ہے)۔

مرابحہ وتولیہ

مرابحہ لغت میں ''ربح'' کا مصدر ہے اور ربح کا معنی ہے زیادتی۔ فقہاء کی اصطلاح میں مرابحہ کہتے ہیں اس چیز کو فروخت کرنا جسکا مالک بنا ہے اس ثمن کے عوض جو (بائع) نے اس چیز کی ادا کی ہے، نفع کی زیادتی کے ساتھ بالفاظ دیگر ثمن اوّل کی زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا۔

۲) سامان کا فروخت کرنا اس ثمن کے عوض جس ثمن کے ذریعے وہ شئے اس نے خریدی تھی معلوم نفع کے ساتھ۔

۳) بائع کا مشتری کو یہ خبر دینا کہ وہ اس کو سامان فروخت کر رہا ہے اس کی اصل قیمت اور معلوم نفع کے ساتھ۔

تولیہ لغت میں یہ مصدر ہے ''ولّی یولّی تولیۃ'' کا (اسی فعل سے مشتق کر کے کہا جاتا ہے) ''ولیتُ فلاناً الامرَ'' میں نے فلاں کو کام سونپا اور یہ جملہ جب کہا جاتا ہے جب آپ اسکو کسی کام کی ذمہ داری دیں اور اس کام پر مقرر کریں۔ شرعاً تولیہ کا معنی یہ ہے کہ

سامان کو پہلی قیمت (جتنے کا پہلے خریدا تھا) کے عوض بغیر نفع لیئے فروخت کرنا۔

ربا

ربا لغت میں مطلق زیادتی کو کہتے ہیں، اور شرعاً ربا اس زیادتی کو کہتے ہیں جو ایسے عوض سے خالی ہو جو عوض معیارِ شرعی ہو اور یہ زیادتی عاقدین میں سے کسی ایک کیلیئے معاوضے میں مشروط اور لازمی ہو۔

فائدہ: ربا کی دو قسمیں ہیں۔ ۱) ربا القرآن (وہ زیادتی جسکو قرآن مجید نے ربا قرار دیا ہو) ۲) ربا الحدیث (وہ زیادتی جسکو حدیث نبوی ﷺ نے ربا قرار دیا ہو)۔

ربا القرآن

ربا القرآن یہ ہیکہ مدّت کے مقابلے میں دین کے اندر اضافہ کرنا ہے، یا زیادتی کے بدلے فوری دین کو موٴخر کر دینا، اور اسکو ربا القرآن کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اسلیئے کہ اسکی حرمت قرآن کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس قول میں بیان کی گئی ہے "یا ایہا الذین اٰمنوا لا تاکلوا الربا اَضعافا مضاعفاً" پھر حجۃ الوداع کے موقع پر سنّتِ نبوی ﷺ نے اسکی حرمت کو مزید موٴکد انداز میں بیان کیا اور دیگر احادیثِ نبوی ﷺ میں بھی (اسکی حرمت کو بیان کیا ہے) پھر اسکی حرمت پر مسلمانوں کا اجماع منعقد ہو گیا۔ ربا کی اس قسم کو ربا النسیئۃ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ماخوذ ہے "اَنساتہ الدین" یعنی میں نے اسکو قرض کے سلسلے میں مہلت دی، اسلیئے اسمیں جو زیادتی آتی ہے وہ مدّت کے مقابلے میں آتی ہے دین کا سبب چاہے بیع ہو یا قرض، (اسی طرح) اسکا نام ربا الجاھلیۃ بھی رکھا گیا ہے اسلیئے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ اسی قسم کے ساتھ معاملہ کرتے تھے کوئی

اورطریقہ نہیں تھا جیسا کہ امام ابوبکر جصاصؒ نے فرمایا: کہ وہ ربا جسکو اہلِ عرب جانتے تھے اور ربا کا معاملہ کرتے تھے (وہ یہ ہیکہ) دراھم یا دنانیر کو ایک مدّت تک بطورِ قرض کے دیا کرتے تھے قرضے کی مقدار پر زیادتی کے ساتھ جس (زیادتی) کو آپس میں باہمی رضامندی سے مقرّر کرلیں (مثلاً سو کا قرضہ ہے اور جب واپس لوٹایا جائے گا تو دس درھم مزید دینا ہونگے یعنی ایک سو دس درھم) اسکو ربا الجلی بھی کہا جاتا ہے، علّامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ جلی سے مراد "ربا النسیئۃ ہے اور یہ وہی ربا ہے جسکو وہ زمانۂ جاھلیت میں کرتے تھے یعنی دین کو موٴخر کرکے مال میں زیادتی کردینا، جیسے جیسے مدّت میں اضافہ کرتے رہے گا مال میں بھی زیادتی ہوتی رہے گی یہاں تک کہ سو کا قرضہ ہزاروں کی تعداد اور مقدار تک پہنچ جائے گا۔

ربا الحدیث

ربا الحدیث وہی ربا ہے جسکو فقہاء کرام اپنی کتابوں میں مراد لیتے ہیں اور اسکا نام ربا الحدیث اسلیئے رکھا گیا ہے کیونکہ اسکی حرمت حدیثِ مبارکہ سے ثابت ہے اور اسکو ربا النسیئہ کے مقابلے میں ربا النقد بھی کہا جاتا ہے اور ربا الخفی بھی کہا جاتا ہے، ربا الحدیث دو قسم پر ہے۔ ۱) ربا الفضل ۲) ربا النساء

ربا الفضل:

وہ عینِ مال کی زیادتی کرنا شرعی پیمانے پر اور پیمانہ وہ کیل اور وزن ہے (اور یہ ربا جب ہوگا) جبکہ جنس ایک ہو (مثلاً ایک شخص گندم کو گندم کے عوض فروخت کرتا ہے تو اموالِ ربویہ ہونے کی وجہ سے برابری ضروری ہے اب اگر کوئی کہے کہ میں ایک کیل گندم جب دونگا جب تم مجھے اسکے بدلے دو کیل گندم دوگے تو یہ ربا الفضل ہے عینِ مال کی زیادتی کیونکہ گندم عین ہے)۔

ربا النسیئة:

وہ قرض کو بڑھانا ہے مدت کے مقابلے میں (جتنی مدت بڑھتی رہے گی قرضہ بھی بڑھتا رہے گا) اور عین کو دین پر بڑھانا ہے ایسے عوضین میں جو کہ کیلی یا وزنی ہوں (اور یہ ربا جب ہوگا) جبکہ جنس ایک نہ ہو بلکہ جنس مختلف ہو (مثلاً گندم کو جو کے عوض بیچا تو جنس کے مختلف ہونے کی وجہ سے کمی زیادتی جائز ہے مگر چونکہ دونوں عوض کیلی ہیں اسلیئے ادھار حرام ہے) اور اگر جنس ایک ہو تو دونوں عوض کیلی اور وزنی نہ ہو (جیسے کسی نے ایک ہروی تھان کو دو ہروی تھانوں کے عوض فروخت کیا تو اس صورت میں جنس تو ایک ہے مگر دونوں کیلی اور وزنی نہیں ہے اسلیئے ایک تھان کو دو تھانوں کے عوض نقد تو جائز ہے مگر ادھار جائز نہیں ہے)

ربا الفضل کی علت قدر اور جنس ہیں قدر سے مراد یہ ہے کہ کیلی اشیاء میں کیل ہونا ثمن اور مثمنات میں وزن ہونا یہ ربا کی علت ہیں۔ فائدہ: ہر عقدِ فاسد وہ ربا کہلائے گا۔

سلم

سلم سین اور لام کے فتحے کے ساتھ اَسلم فعل کا اسمِ مصدر ہے، اسکا مصدرِ حقیقی ''الاسلام'' ہے سلم کے لغوی معنی ہے ''رأس المال (ثمن) کو پہلے پیشگی کے طور پر دے دینا (جسے آپ کہتے ہیں ایڈوانس دینا) ایک لغت کے مطابق سلم کو سلف بھی کہا جاتا ہے مگر سلم اہلِ حجاز کی لغت اور سلف اہلِ عراق کی لغت ہے مگر سلف سلم سے زیادہ عام ہے کیونکہ سلف کا اطلاق قرض پر بھی ہوتا ہے۔ سلم کے شرعی معنی ہے کہ ''شرآء اجل بعاجل'' یعنی مؤجل (مسلم فیہ) کا معجل (رأس المال) کے عوض خریدنا (کیونکہ اس عقد میں رأس المال کی ادائیگی پہلے اور مسلم فیہ بعد میں ادا کی جاتی ہے)۔

فائدہ: رب السلم (مشتری) مسلم الیہ (بائع) مسلم فیہ (مبیعہ)

بیع الصرف

صرف کے لغوی معنی ''زیادتی'' کے آتے ہیں اس عقد کا نام صرف اسلیئے رکھا گیا ہے کہ اسکے عین سے فائدہ نہیں اُٹھایا جاتا (کیونکہ سونا، چاندی کی ذات غیر منتفع بہ ہوتی ہے) اور نہیں مطلوب ہوتی اس عقد سے مگر زیادتی (کیونکہ زیادتی بھی مقصود نہ ہوتو عقد کا کوئی فائدہ نہ ہوگا) اور نقل کے معنی میں بھی آتا ہے اور اسکو نقل اسلیئے کہا جاتا ہے کہ مجلسِ عقد میں جدا ہونے سے پہلے پہلے دونوں عوضوں میں ہاتھ در ہاتھ انتقال کی احتیاج اور ضرورت ہوتی ہے، صرف کے اصطلاحی معنی یہ ہے کہ ثمن کو ثمن کے عوض فروخت کرنا یعنی جو چیز خلقۃً ثمن ہو جیسے سونا اور چاندی (خلقۃً نقدی ہیں) اب چاہے ایک جنس کا تبادلہ اس جنس کے ساتھ کیا جائے یا خلافِ جنس کے عوض تبادلہ کیا جائے، جیسے سونے کا تبادلہ سونے سے یا چاندی سے کرنا یا چاندی کا تبادلہ چاندی سے یا سونے سے کرنا۔

رھن

رھن کے لغوی معنی ''کسی چیز کو روکنا چاہے (یہ روکنا) کسی بھی سبب سے ہو'' اور رھن کے شرعی معنی یہ ہیکہ شئی کو ایسے حق کی وجہ سے روکنا کہ اس حق کو شئی مرھونہ سے وصول کرنا ممکن ہو چاہے وہ حق مکمّل وصول ہو یا بعض حق وصول ہو۔

الحجر

حجر کے لغوی معنی ہے ''مطلقاً روکنے اور منع کرنے'' کے آتے ہیں، اسی سے مشتق کرکے حطیم کو

حجر کہا جاتا ہے کیونکہ وہ کعبہ سے روکتا ہے، عقل کو حجر اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بُرے کاموں سے انسان کو روکتی ہے۔ حجر کے اصطلاحی معنی یہ ہیں "تصرّفاتِ قولیہ (بیع ،شراء، عاریۃ ،ھبہ وغیرہ) سے اس طور پر روکنا کہ جس شخص کو صغر، غلامی یا جنون کہ سبب سے روکا گیا ہو مجور (جسکو روکا اور منع کیا گیا ہو) کا غیر اسکا قائم مقام بن جائے۔

اقرار

اقرار کے لغوی معنی ہے "کسی چیز کو ثابت کرنا" کہا جاتا ہے "قرّ الشئی" جب وہ چیز ثابت ہو، واقرّہ غیرہ یعنی جب اسکا غیر اسکو ثابت کردے" اور اقرار کے شرعی معنی ہے "ان حقوق کے بارے میں خبر دینا جو اس پر واجب اور لازم ہیں۔

اجارۃ

لغت میں اجارہ یہ اجرت کا اسم ہے، اور اجرت وہ ہوتی ہے جو مزدور کی مزدوری میں سے دی جاتی ہے۔ اجارہ کے شرعی معنی یہ ہیکہ "منافع کا عوض کے بدلے مالک بنانا" مجلّہ میں ہے، معلوم منافع کو معلوم عوض کے بدلے فروخت کرنے کا نام اجارہ ہے۔

شُفعۃ

لغت میں شفعہ یہ "شفع" سے مشتق ہے اور شفع کا معنی ہے "ضم" یعنی ملانا یہ وتر کی ضد ہے (اسکو شفعہ اسلیئے کہتے ہیں) کیونکہ اسمیں ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملایا جاتا ہے، شفاعت کو شفاعت اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ جسکی سفارش کی جاتی ہے یہ اسکو نیک لوگوں سے ملادیتی ہے، پس شفیع چونکہ دارِ مشفوعہ کو اپنی ذاتی ملکیت کے ساتھ ملاتا اور ضم کرتا ہے تو

اسی مناسبت سے اسکا نام شفعہ رکھا گیا ہے۔

شفعہ کے شرعی معنی ہے کہ زمین کا مالک بننا مشتری (خریدار) پر جبر کرتے ہوئے اس ثمن کے بدلے جو مشتری نے اس زمین کی ادا کی ہے، اگر وہ ثمن مثلی (جیسے گندم، چاول، کپڑا) ہو تو (شفیع) ثمن مثلی دے گا اور اگر ثمن مثلی نہ تو اس زمین کی قیمت کے عوض (شفیع اس سے خریدے گا)۔

شرکت

لفظِ شرکت شین کے کسرے اور راء کے سکون کے ساتھ ہے، لغت میں شرکت کہتے ہیں کہ دو یا دو سے زیادہ حصّوں کو اس طرح ملانا کہ دونوں میں سے کسی ایک کا حصّہ دوسرے کے حصّے سے ممتاز اور معلوم نہ ہونے پائے، پھر خاص عقد کا نام شرکت رکھ دیا گیا اگر چہ دو حصّوں میں اختلاط نہ پایا جائے کیونکہ عقد ہی اس شرکت کا سبب ہے، شرکت کی اصطلاحی تعریف شرکت کی انواع اور اقسام کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، کیونکہ شرکت چار قسموں، شرکتِ ملک، شرکتِ عقود، شرکتِ مفاوضہ اور شرکتِ عنان کی طرف منقسم ہوتی ہے، اوّلاً شرکت دو قسموں کی طرف منقسم ہوتی ہے۔ (۱) شرکتِ ملک (۲) شرکتِ عقود

شرکتِ ملک:

یہ ہے کہ دو یا دو سے زیادہ اشخاص کسی چیز کے مالک بن جائیں سببِ اختیاری (بیع) یا سببِ اضطراری (وراثت) کے ذریعے بغیر عقدِ شرکت کے۔

شرکتِ عقود: نام ہے ایسے عقد کا کہ دو شخص اصل مال اور نفع میں آپس میں ایک دوسرے کے شریک ہوں اور اسکی صورت یہ ہے "کہ کوئی ایک اپنے ساتھی سے کہے میں نے فلاں

معاملے میں تمھارے ساتھ شرکت کی یا تمھارا شریک بنا اور دوسرا کہے مجھے یہ (شرکت) قبول ہے (تو عقدِ شرکت منعقد ہو جائے گی) یہی وہ معنی ہے جو کہ عام ہے اور شرکتِ عقود کی تمام اقسام کو شامل ہے (تمام اقسام میں عقد کے منعقد ہونے کے لئے یہی صورت ہوتی ہے)۔

شرکتِ ملک کی اقسام

شرکتِ ملک دو قسموں کی طرف منقسم ہے۔ (۱) شرکتِ جبری (۲) شرکتِ اختیاری

شرکتِ جبری:

یہ ہے کہ دو یا دو سے زائد اشخاص بلا اختیار ناگہانی طور پر ایک عینی چیز کے مالک بن جائیں جیسا کہ دونوں کسی کے مال کے وارث بن گئے یا ان میں سے کسی ایک کا مال دوسرے کے مال کے ساتھ غیر اختیاری طور پر اس طرح مل جائے کہ انمیں سے کسی کے حصّے کو علیحدہ کرنا، انمیں مطلقاً تمیز کرنا ممکن نہ ہو جیسے ایک کی گندم دوسرے کی گندم کے ساتھ مل گئی یا انمیں تمیز کرنا بہت مشقت اور صعوبت کے ساتھ ممکن ہو، جیسے گندم جَو کے ساتھ خلط ملط ہو گئی یا چاول جَو کے دانوں کے ساتھ مل جائیں۔

شرکتِ اختیاری:

وہ شرکت ہے کہ دو شخص کسی عینی چیز کی ملکیت میں اپنے اختیار کے ساتھ جمع ہو جائیں جیسے دونوں اپنے اپنے مالوں کو اپنے اختیار سے آپس میں ملالیں یا دونوں مل جل کر کوئی چیز خریدیں یا کسی نے ان دونوں کے لئے اپنے مال کی وصیت کی ہو پس انہوں نے قبول کر لی

ہوتوان تمام صورتوں دونوں شریکوں کے اختیار سے ملکیت آئی ہے۔

شرکتِ عقود کی اقسام

شرکتِ عقود کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) شرکتِ مُفاوضہ (۲) شرکتِ عِنان (۳) شرکتُ الصنائع (۴) شرکتُ الوجوہ۔

شرکتِ مُفاوضہ

مفاوضہ لغت میں ''تفویض'' سے مشتق ہے اسلیئے کہ انمیں سے ہرایک شریک اپنے ساتھی کو تمام مالِ تجارت کے اندر تصرّف کو سونپتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مفاوضہ ''انتشار'' کے معنی سے مشتق ہے، کہا جاتا ہے ''فاض الماء'' جبکہ پانی کثرت سے بہنے لگے، اسی طرح کہا جاتا ہے ''استفاض الخبر یستفیض'' جب کہ خبر عام ہوجائے اور پھیل جائے پس جبکہ یہ عقد تمام تصرّفات کے ظہورو انتشار پرمبنی ہوتا ہے اسی مناسبت سے اسکا نام مفاوضہ رکھا گیا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ مُفاوضہ ''مساواۃ'' سے مشتق ہے کیونکہ یہ عقد راٴس المال اور منافع کے اندر مساوات اور برابری پرمبنی ہے تو اسی وجہ سے اسکا نام مفاوضہ رکھا گیا ہے۔ شرکتِ مُفاوضہ کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ چند شرکاء مال، دین اور تصرّف کے اندر برابر کے شریک ہوں (یعنی ہرایک کا مال برابر ہو اور دین بھی اور تصرّف سے متعلق جو اختیارات ہوں وہ ہر ایک استعمال کرسکتا ہو) امامِ ابو یوسفؒ نے ذمّی اور اہل کتاب کے درمیان اس شرکت کو جائز قرار دیا ہے۔ واضح رہے کہ مساوات سے مراد ان اموال میں برابری کا ہونا ہے جن میں شرکت جائز ہوتی ہے (درھم، دینار، رائج سکّے وغیرہ) اور تفاضل غیر معتبر ہوگا ان اموال

میں جن میں شرکت جائز نہیں ہوتی (جیسے سامان وغیرہ)۔

شرکت العنان

عنان "عن" سے ماخوذ ہے، یہ اسوقت کہا جاتا ہے جبکہ اعراض کرے، (شرکت عنان کو عنان) اسلیئے کہتے ہیں کہ اسمیں ایک خاص حدتک کفالت سے اعراض کیا جاتا ہے، علی العموم وکالت اور کفالت سے اعراض نہیں ہوتا (کیونکہ یہ شرکت وکالت کو شامل ہوتی ہے)، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ "عنان الفرس" سے ماخوذ ہے یعنی گھوڑے کی لگام، کیونکہ شہسوار لگام کو ایک ہاتھ سے تھامتا ہے اور دوسرے ہاتھ سے دیگر امور سرانجام دیتا ہے پس اس شرکت میں بھی ایک شریک اپنے مال کے ایک حصّے میں دوسرے کا شریک ہوتا ہے اور باقی مال میں وہ منفرد اور خودمختار ہوتا ہے۔

شرکتِ عنان کے اصطلاحی معنی یہ ہیکہ ایک آدمی شرکت کے بعض مال میں اپنے ساتھی کا شریک ہو تمام اموال میں شریک نہ ہو اور دونوں شریکوں میں سے ہرایک تصرّف کی ایک خاص نوع میں اپنے ساتھی کا وکیل ہو (جس نوع کو) دونوں شریک آپس میں متعین کریں تجارت کی انواع میں سے یا تمام تجارت کی اقسام میں تصرّف کا حق ہوگا جبکہ دونوں شریکوں نے یہ بات متعین کی ہو یا (تصرّف کو) دونوں شریکوں نے مطلق رکھا ہو، اور اسکے ساتھ ساتھ نفع کی مقدار کو بھی بیان کریں، اور دونوں شریکوں میں سے ہرایک دوسرے کی جانب سے کفیل نہیں ہوگا (لیکن وکیل ہوگا)۔

شرکت الصنائع

صنائع یہ "صنعۃ" سے ماخوذ ہے اسکا معنی پیشے کے آتے ہیں، اس شرکت کا نام صنائع اسلیئے رکھا گیا ہے کہ دونوں شریکوں کا رأس المال انکا پیشہ اور انکی کاریگری ہوتی ہے (اسی طرح) اسکا نام شرکت التقبل بھی رکھا گیا ہے، اسلیئے کہ انمیں سے ہر ایک عمل کو قبول کرتا ہے (اسی طرح) اسکو شرکت الابدان اور شرکت الاعمال بھی کہتے ہیں۔

شرکت الصنائع کے اصطلاحی معنی یہ ہیکہ دو کاریگر آپس میں شریک ہو کر باہمی اتفاق کر لیں ایک خاص پیشے یا کام میں (مثلاً دونوں درزی کا کام کریں گے یا رنگریزی کا کام سر انجام دیں گے) یا دونوں شریک مختلف ہو جائیں (کسی ایک کام یا ایک عمل پر متفق نہ ہوں) اس بات پر کہ دونوں شریک مختلف کاموں کے آڈر لیں گے (ان کاموں کو مل جل کر کریں گے) اور کمائی ان دونوں کے درمیان برابر برابر ہوگی۔

شرکت الوجوہ

وجوہ یہ "وجہ یا وجاہۃ" سے ماخوذ ہے (اس شرکت کا نام) وجوہ اسلیئے رکھا گیا ہے کہ دونوں شریکوں کا رأس المال انکی حیثیت اور انکا اثر ورسوخ ہوتا ہے اور اس وجہ سے (بھی) کہ مال ایسے آدمی کو یا ایسے شخص کو ادھار فروخت کیا جاتا ہے جس آدمی کا لوگوں میں ایک وقار اور دبدبہ ہوتا ہے اور لوگوں کے یہاں اسکی بڑی عزت ہوتی ہے، اور اسکا نام "شرکت المفالیس" بھی رکھا گیا ہے۔

شرکت الوجوہ کے اصطلاحی معنی یہ ہیکہ دو شخص آپس میں شریک ہو جائیں اس شرط کی بنیاد پر کہ

دونوں شریک اپنی ذاتی حیثیت اور اثر رسوخ کی بنیاد پر خرید وفروخت کریں گے۔

مضاربت

لغت میں مضاربت مفاعلة کے وزن پر آتا ہے "الضرب فی الارض" سے مشتق ہے اور ضرب فی الارض کا معنی ہے زمین میں چلنا پھرنا، سیر کرنا اس عقد کا نام مضاربت اسلئیے رکھا گیا ہے کیونکہ مضارب بھی غالبًا نفع کے حصول میں سفر وغیرہ کرتا ہے، مضاربت کا شرعی معنی ہے کہ مضاربت عقد ہے نفع میں شرکت کا جو نفع رب المال (وہ شخص جسکا سرمایہ تجارت پر لگا ہوتا ہے) کے مال اور مضارب کے عمل کے سبب سے حاصل ہوتا ہے۔

وکالت

وکالت کا لغوی معنی ہے "حفاظت کرنا" اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "حسبنا اللہ ونعم الوکیل"

ای نعم الحافظ، یعنی بہترین نگہبان اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مبارکہ ہے۔ وکالت توکیل مصدر کا اسم ہے اور توکیل کا معنی ہے "سپرد کرنا" وکالت کا شرعی معنی یہ ہیکہ "معلوم تصرّف کے اندر اپنے غیر کو اپنا قائم مقام (نائب) بنانا وکالت ہے۔

کفالت

کفالت کے لغوی معنی ہے "ملانا" ارشادِ باری تعالیٰ ہے، (وکفّلها زکریّا، ای ضمّها الی نفسه) یعنی زکریا علیہ السلام نے مریم علیہا السلام کو پرورش کی بنیاد پر اپنے ساتھ ملالیا، اور جنابِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: میں اور یتیم کی پرورش

کرنے والا جنّت میں ان دو انگلیوں کی طرح ہونگے، اس عقد کا نام کفالت رکھنے کا مقصد یہ ہیکہ یہ عقد اس بات کو لازم کرتا ہے بھروسے کی بنیاد پر کفیل کے ذمّے کو اصیل کے ذمّے کے ساتھ ملایا جائے۔

کفالت کے شرعی معنی ہے، کہ کفیل (جو شخص ذمّے دار بنتا ہے) کے ذمّے کو اصیل (جو مقروض ہو) کے ذمّے کے ساتھ نفس یا مال کے مطالبے میں ملانا۔

فائدہ: کفیل وہ شخص ہوتا ہے جو کسی کی طرف سے مال ادا کرنے کی یا کسی نفس کی ذمّے داری کو قبول کرتا ہے۔ اصیل وہ شخص ہوتا ہے جو مقروض ہو، اور مکفول بہ مال یا نفس کو کہتے ہیں۔

حوالہ

حوالہ کے لغوی معنی ہے "پھیرنا، نقل کرنا اور حوالہ کے شرعی معنی یہ ہیکہ دین (قرض) اصیل کے ذمّے سے منتقل ہوکر محال علیہ کے ذمّے میں آجائے محال علیہ پر بھروسے کی بنیاد پر،

فائدہ (الف): محیل وہ شخص ہوتا ہے جس پر اصل قرضہ ہو۔ محال لہ، جسکا قرضہ ہو یعنی قرضے کا طالب، محال علیہ جو قرضے کا حوالہ قبول کرے، محال بہ مال کو کہتے ہیں۔

فائدہ (ب): کفالہ اور حوالہ میں بنیادی فرق یہ ہیکہ ان دونوں میں سے ہر ایک ایسا عقد ہے جو لازم کرتا ہے (کفیل یا محال علیہ پر) اعتماد کیوجہ سے اس چیز (مطالبہ) کو جو اصیل پر لازم ہوئی تھی، مگر حوالے میں اصیل بری ہو جاتا ہے (مطالبے اور قرضے سے) بخلاف کفالت کے کہ اسمیں اصیل بری نہیں ہوتا ہے بلکہ قرض خواہ اصیل اور کفیل دونوں سے مطالبہ کرسکتا ہے۔

صلح

لغت میں صلح یہ اسم ہے اور مصالحت کے معنی میں ہے اور مصالحت کہتے ہیں ''مسالمت'' کو جومخاصمت کی ضد ہے، صلح اصل میں صلاح سے ماخوذ ہے اور صلاح فساد کی ضد ہے، صلح کے شرعی معنی یہ ہیکہ ''صلح ایسے عقد کا نام ہے جو لڑائی جھگڑے کو دور کرتا ہے اور خصومت کو مٹا دیتا ہے۔

فائدہ: اصلاً صلح کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) مدّعیٰ علیہ کے اقرار کی طرف سے صلح کرنا (مدّعی نے دعویٰ کیا کہ فلاں شخص پر میرا اتنا مال ہے، مدّعیٰ علیہ نے قبول کرلیا کہ ہاں میرے اوپر اتنا مال ہے لیکن تم مجھ سے فلاں چیز پر صلح کرلو تو یہ صلح عن اقرار المدّعیٰ علیہ ہے)

(۲) مدّعیٰ علیہ کی انکار کی جانب سے صلح کرنا (مدّعیٰ علیہ انکار کردے کہ میرے اوپر تمھارا کوئی مال نہیں ہے لیکن پھر بھی میں تم سے صلح کرتا ہوں)

(۳) مدّعیٰ علیہ کے سکوت کی جانب سے صلح کرنا (مدّعیٰ علیہ نہ اقرار کرے نہ انکار بلکہ خاموش رہے اور مدّعی سے صلح کرلے)

ھبہ

ھبہ لغت میں کہتے ہیں ''احسان و بھلائی کرنا'' یا ایسی چیز کو دوسرے تک پہنچانا جو اسکو فائدہ دے، ھبہ کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ ''عین کا مالک بنانا بغیر کسی عوض کے، اور عدمِ عوض اسمیں شرط نہیں ہے۔

وقف

وقف کے لغوی معنی ہے ''روکنا'' اور اصطلاحی تعریف امامِ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ ''شئی کا وقف کرنے والے کی ملکیت میں رکنا اور منافع کا صدقہ کردینا (یہ) بمنزلہ عاریت کہ ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک (وقف کی تعریف یہ ہے کہ) شئی کو روکنا اللہ کی ملکیت کے حکم پر پس وقف کرنے والے کی ملکیت اس سے زائل ہوکر اللہ کی ملکیت میں آجائے گی اس طور پر اسکی منفعت اور اس سے حاصل ہونے والے فوائد بندوں کی طرف لوٹیں گے۔ اصح یہ ہیکہ وقف امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے لیکن لازم نہیں ہے جیسا کہ عاریت۔

غصب

غصب کا لغوی معنی ہے ''کسی چیز کو دوسرے سے زبردستی چھیننا'' مال ہو یا مال نہ ہو حتی کہ غصب کا اطلاق آزاد شخص کے لینے پر اور اس جیسی اشیاء جو مالِ متقوم نہ ہو (اسکو چھین لیا جائے) اسپر بھی کیا جاتا ہے (یعنی غصب کیلئے مال کا متقوم ہونا لازمی نہیں ہے)، اور اصطلاح میں غصب کہتے ہیں ''ایسے مال کو لینا جو کہ متقوم ومحترم ہو (اور یہ لینا) بغیر مالک کی اجازت کے ہو اس طور پر لیا جائے کہ اسکا قبضہ اس شئی سے ختم ہو جائے۔

ودیعت

ودیعت ''ودع'' سے مشتق ہے، ودع کا معنی ہے ''مطلقاً چھوڑنا'' جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''لينتهينَ أقوامٌ عن ودعهم الجماعات أو ليختمنّ على أو ليكتبنّ من الغافلين'' اى تركهم اياها، یعنی لوگ نماز

کی جماعتوں کو چھوڑنے سے باز آجائیں یا تو انکے دلوں پر مہر جباریت لگا دی جائے گی یا انکا نام غافلین میں سے لکھ دیا جائیگا۔ سورۃ ضحیٰ میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "ما ودّعك ربك وما قلی" یعنی آپکے رب نے آپکو نہیں چھوڑا اور نہ ہی بیزار ہوا ہے۔ ودع تخفیف اور تشدید دونوں طرح پڑھا گیا ہے، ودیعت کو ودیعت اسلیئے کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی امین کے ہاتھوں میں چھوڑ دی جاتی ہے، اصطلاح میں
ودیعت کہتے ہیں "اپنے مال کی حفاظت پر غیر کو مسلط کرنا۔

فائدہ: ودیعت اور امانت کے درمیان بنیادی فرق یہ ہیکہ ودیعت میں اس شئی کی حفاظت اپنے اختیار اور اپنے ارادے سے کروائی جاتی ہے، اور امانت (میں اس چیز کی حفاظت بنا قصد اور ارادے کے ہوتی ہے) امین کے ہاتھ میں کوئی چیز بغیر قصد کے آجائے جیسے ہوا کوئی کپڑا اڑا کہ اسکی جھولی میں ڈال دے (تو یہ کپڑا بغیر مالک کے ارادے سے اسکے پاس آیا ہے تو یہ اسکے پاس امانت ہوگا) اور ودیعت کا حکم یہ ہیکہ مودَع ضمان سے بری ہو جائے گا جبکہ وہ ودیعت کو معتد طریقے سے واپس لوٹائے اور امانت میں وہ ضمان سے بری نہیں ہوگا مگر یہ کہ وہ امانت کو اسکے اصل مالک کو سپرد کرے۔

عاریت

عاریت "عریۃ" سے مشتق ہے اور عریۃ کا معنی عطیہ (انعام) کے ہیں، کہا گیا ہے کہ یہ عار کی طرف منسوب ہے کیونکہ کسی چیز کا مانگنا باعثِ عار ہوتا ہے، اسکو تشدید کے ساتھ "عریّۃ" بھی پڑھا جاتا ہے کیونکہ یاء نسبتی جو ہوتی ہے وہ مشدّدہ ہوتی ہے، اور کافی (کتاب کا نام ہے) میں ہے کہ یہ "تعاور" سے مشتق ہے اور تعاور تناوب کو کہتے ہیں تناوب کا معنی

ہے کہ مالک اپنی ملک (مثلاً گھر) سے غیر کیلئے نفع اُٹھانے کی باری کو مقرر کرے یہاں تک کہ وہ چیز اسکے پاس واپس آجائے، عاریت کا شرعی معنی ہے کہ منافع کا بغیر عوض کے مالک بنانا اسکا نام عاریت اسلیئے رکھا گیا ہے کیونکہ یہ عقد عوض سے خالی ہوتا ہے۔

لقیط

لقیط لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو چیز ڈال دی جائے یا پھینک دی جائے، لقیط فعیل کے وزن پر اسم مفعول ''ملقوط'' کے معنی میں ہے، پھر انجام کے اعتبار سے پھینکے گئے بچے پر لقیط کا اطلاق ہونے لگا (کیونکہ اس بچے کو راہ میں کوئی نہ کوئی اُٹھالیتا ہے)۔ لقیط کا شرعی معنی یہ ہیکہ لقیط نام ہے اس پیدہ شدہ بچے کا جو زندہ ہو اسکے گھر والوں نے اسکو فقر کے خوف سے پھینک دیا ہو یا گناہ کی تہمت سے راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے اسکو کہیں ڈال دیا ہو۔

لقطہ

لقطہ ''التقاط'' سے مشتق ہے، التقاط کا معنی ہے ''اُٹھانا'' لُقطہ لام کے ضمّے اور قاف کے فتحے کے ساتھ ہو تو یہ اُٹھانے والے کا نام ہوگا، اور اگر قاف کے سکون کے ساتھ پڑھا جائے تو یہ پڑے ہوئے مال کا نام ہوگا جیسا کہ ''ضحکہ'' جب حاء کے فتحے کے ساتھ پڑھا جائے تو اسمِ فاعل (ضاحک) کے معنی میں ہوگا اور اگر حاء کے سکون کے ساتھ پڑھا جائے تو اسمِ مفعول (مضحوک) کے معنی میں ہوگا یہ تحقیق تو امام خلیل رحمہ اللہ کے نزدیک ہے، جبکہ اصمعی، فراء اور ابن العربی سے منقول ہے کہ لقطہ قاف کے فتحے کے ساتھ پڑھا جائے تب بھی یہ گرے ہوئے مال کا نام ہوگا۔ فقہاء کی اصطلاح میں لقطہ کہتے ہیں کہ چیز کو دوسرے

سے ضائع ہونے سے بچانے کے لئے اُٹھالینا (یہ اُٹھانا) مالک بننے کی غرض سے نہ ہو۔

خنثیٰ

خنثیٰ ''فعلیٰ'' کے وزن پر خنث سے مشتق ہے اور یہ لفظ فتحے اور سکون دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، خنثیٰ کا معنی ہے ''نرمی، لچک پن'' کہا جاتا ہے ''خَـــنَّـثْـــتُ شيئاً فتخنث''، یعنی میں نے اسکو جھکایا پس وہ جھک گیا اسی مادے سے مخنث کا نام رکھا گیا ہے (جسکی چال میں لچک اور نرمی ہو) خنثیٰ کی جمع ''خـنـاثـی'' آتی ہے جیسا کہ حبلیٰ کی جمع حبالی آتی ہے۔ اصطلاح میں خنثیٰ اس شخص کو کہتے ہیں جسکی دونوں قسم کی شرمگاہیں ہوں یعنی مردوں جیسا آلہ (بھی) اور عورتوں کے جیسی شگاف بھی۔

مفقود

مفقود ''فقدٌ'' سے مشتق ہے یعنی گم ہونا، لغت میں یہ لفظ اضداد میں سے ہے چنانچہ کہا جاتا ہے ''فقدت الشئی ای اضللته یعنی میں نے اسکو کھودیا'' وفقدته ای طلبته یعنی میں نے اسکو پالیا، اور دونوں معنی مفقود کے اندر متحقق ہوتے ہیں کیونکہ وہ اپنے گھر والوں سے گم ہو جاتا ہے اور گھر والے اسکی تلاش اور اسکی طلب میں ہوتے ہیں ،شرعی معنی یہ ہیکہ مفقود نام ہے ایسے شخص کا جو اپنے شہر سے غائب ہو جائے اور اسکے بارے میں کوئی خبر معلوم نہ ہو (کہ وہ کہاں ہے) کہ آیا وہ زندہ ہے یا مر چکا ہے۔

اِباق

اباق کے لغوی معنی ہے ''بھاگنا'' اور اصطلاحی معنی یہ ہیکہ اباق نام ہے اس

(بھگوڑے) غلام کا جو اپنے آقا کے پاس سے بھاگ جائے۔

الموات

احیاء لغت میں کہتے ہیں "چیز کو زندہ کر دینا" یعنی وہ چیز محسوس کرنے والی بن جائے یا اسکے اندر قوتِ نامیہ پیدا ہو جائے (اسکے اندر یہ صلاحیت پیدا ہو جائے) احیاء الموات کے شرعی معنی یہ ہیں کہ بنجر زمین کو تعمیرات یا کھیتی باڑی کر کے یا ایسی جگہوں سے جہاں سے پانی بہتا ہو اس (زمین) کی اصلاح کرنا یا اس کے علاوہ (اصلاح کے) جو طریقے ہوں۔ صحاح اور قاموس میں موات فتحے کے ساتھ یعنی وہ چیز جس میں روح نہ ہو اور موات اس زمین کو بھی کہتے ہیں کہ انسانوں میں سے کوئی بھی اس زمین کا مالک نہ ہو اس زمین کا نام موات اس لئے رکھا گیا ہے کہ زمین کی ایسی حالت کے ہوتے ہوئے (بنجر ہونا) اسکے ساتھ فائدہ اٹھانا ناممکن ہوتا ہے زمین کو ایسے حیوان سے تشبیہ دیتے ہوئے جب کے وہ مر جائے اور اس کے ساتھ انتفاع باطل ہو جائے۔ شریعت میں موات وہ زمین ہے اس کی کھیتی باڑی کرنا متعذر ہو زمین سے پانی کے ختم ہونے کی وجہ سے یا اس پر زیادہ پانی کے چڑھ آنے کی وجہ سے اور وہ زمین کسی کی مملوک نہ ہو یا اس کے مالک کا معین طور پر پتہ نہ ہو زمین آبادی سے دور ہو۔

ماذون

ماذون ماخوذ ہے "الاذن فی الشیی" ماذون کے لغوی ہے مانع کا دور ہو جانا اس شخص سے جس کو تصرف کرنے سے روک دیا گیا تھا اور اس بات کا اعلان کرنا کہ جس کام سے اسکو روک دیا گیا تھا اس کام میں وہ آزاد ہے اب اسکو اس کام کی اجازت دے دی گئی

ہے، شرعی معنی ہے، پابندی کو ختم کر دینا اور حق کو ساقط کر دینا یعنی مولیٰ کے حق کو کیونکہ جب مولیٰ نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دے دی تو مولیٰ نے اپنے حق کو ساقط کر دیا کیونکہ غلام مولیٰ کے حق کی وجہ سے مولیٰ کی اجازت سے پہلے اسکے مال میں تصرّف کرنے سے روک دیا گیا تھا۔

مزارعت

لغت میں مزارعت یہ مفاعلہ کے وزن پر ''زرع'' سے مشتق ہے، زرع کا معنی ہے ''اُگانا، بیج یا اس جیسی چیز کا زمین میں ڈالنا، شریعت کی اصطلاح میں مزارعت وہ عقد کرنا ہے کھیتی باڑی پر بعض پیداوار کے عوض چند شرائط کے ساتھ جن (شرائط) کو شریعت نے مقرر کیا ہے، مزارعت کو ''مخابرة ومحاقلة'' بھی کہا جاتا ہے، اہلِ عراق نے اسکا نام ''قراح'' رکھا ہے۔

مساقات

لغت میں مساقات یہ مفاعلہ کے وزن پر ''سقیٌ'' سے مشتق ہے، اور شریعت کی اصطلاح میں مساقات عقد کرنے کا نام ہے کہ درختوں اور انگوروں کے باغات کو ایسے شخص کو دے دینا جو انکی دیکھ بھال کرے پھل کی معلوم مقدار کے عوض۔

نکاح

نکاح کے لغوی معنی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ نکاح عقد اور وطیٔ کے درمیان مشترک ہے اور یہ اشتراک لفظی ہے اور یہ (بھی) کہا گیا ہے کہ عقد کے معنی میں حقیقت اور وطیٔ کے معنی میں مجاز ہے اور بعضِ حضرات نے اسکے برعکس کہا ہے اسی پر ہمارے مشائخ رحمہ اللہ کا اجماع

ہے اسی بات کی تصریح اور وضاحت کی ہے کہ نکاح کا لفظ وہ ضم کے معنی میں حقیقت ہے اور فقہاء کے کلام کے درمیان کوئی تضاد بھی نہیں ہے کیونکہ "وطئ"، ضم کے افراد میں سے ہے واضح رہے کہ وہ معنی جو اعم کیلئے وضع کیا گیا ہو وہ اسکے تمام افراد میں حقیقت ہوگا جیسے انسان کا معنی زید کے اندر متحقق ہے اور انمیں سے ہر ایک معانی کے اندر استعمال ہوتا ہے (جیسے ،احسن، عبد الصمد، حماد وغیرہ)، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ نکاح لغت میں وطئ کے معنی میں حقیقت ہے اور عقد کے معنی میں مجاز ہے، اسلیئے کہ عقد کے ذریعے وطئ تک پہنچا جاتا ہے اس وجہ سے عقد کا نام نکاح رکھ دیا گیا جیسے کاٗس کا نام "خمر" رکھ دیا گیا۔

اس بات کی دلیل کہ نکاح وطئ کے معنی میں حقیقت ہے (آیات کریمہ اور حدیثِ مبارکہ ہیں)

(۱) ﴿ولا تنكحوا ما نكح اٰباء وكم﴾ (سورۃ نساء آیت ۲۲) اس آیت میں لفظ نکاح سے مراد وطئ ہے کیونکہ جب باپ نے باندی سے وطئ کرلی تو وہ باندی بیٹے پر حرام ہوجاتی ہے۔

(۲) ﴿الزاني لاينكح اِلاّ زانية﴾ نکاح سے مراد وطئ ہے۔

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے، "لعن الله ناكح البهيمة" (نکاح سے مراد وطئ ہے، بھلا کیا کوئی جانور سے عقد کرتا ہے؟)

نکاح کے شرعی معنی یہ ہیکہ نکاح اس خاص عقد کا نام ہے جسکو (اسلیئے) وضع کیا گیا ہے (تاکہ مرد کو) عورت (کی شرم گاہ اور اسکے جملہ اعضاء) سے فائدہ اُٹھانے کی ملکیت حاصل ہوجائے بالقصد، اس آخری قید سے باندی کے خریدنے کو خارج کیا گیا ہے کیونکہ باندی سے نفع حاصل کرنا ملکِ رقبہ کے ضمن میں ہوتا ہے قصداً نہیں ہوتا۔

رضاعت

رضاعت راء کے فتحے کے ساتھ ہے اور یہی اصل ہے اور راء کے کسرے کے ساتھ (رِضاعت) بھی پڑھا جاتا ہے، رضاعت کا لغوی معنی ہے ''دودھ کا چھاتی سے چوسنا ''شریعت کی اصطلاح میں رضاعت کی تعریف یہ ہیکہ دودھ پیتے بچّے کا آدمیہ (عورت) کے پستان سے چوسنا ایک خاص مدّت کے میں اور وہ رضاعت کی مدّت (ڈھائی سال عندابی حنیفہ اور دوسال عندالصاحبین) ہے۔

طلاق

لفظِ طلاق اسم ہے اور مصدر کے معنی میں ہے، اسکا مصدر تطلیق ہے جیسا کہ ''سلام'' تسلیم کے معنی میں اور ''سراح'' تسریح کے معنی میں مستعمل ہے، اسی لفظ سے ماخوذ ہے باری تعالیٰ کا قول (الطّلاق مرّتان ای التّطلیق) یا طلاق مصدر ہے طَلقت فعل کا لام کے ضمّہ یا فتحہ کے ساتھ جیسا کہ فَساد، فُسود (فاء کے ضمّہ اور فتحہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے) امام اخفش فرماتے ہیں کہ لام پر ضمّہ نہیں پڑھا جائے گا، طلاق کا لغوی معنی ہے ''مطلقاً قید کو اُٹھانا'' کہا جاتا ہے ''اَطلق الفرس والاسیر'' یعنی اس نے گھوڑے اور قیدی کو آزاد کر دیا، لیکن نکاح کے باب میں یہ لفظ بابِ تفعیل سے آتا ہے اور غیرِ نکاح میں بابِ افعال سے یہاں تک کہ پہلا (جو بابِ تفعیل سے ہو تطلیق) وہ صریح ہوگا (طلاق میں) اور دوسرا (جو بابِ افعال سے ہو اِطلاق) وہ کنایہ ہوگا (طلاق میں) لفظ طلّقت اور انتِ مطلّقۃ جبکہ تشدید کے ساتھ ہو تو نیّت پر طلاق موقوف نہیں ہوگی، اطلقت اور انتِ

مطلقة جبکہ تخفیف کے ساتھ ہو تو طلاق نیت پر موقوف ہوگی۔

طلاق کے شرعی معنی یہ ہیکہ نکاح کی قید کو فی الفور اُٹھالینا طلاقِ بائن کے ذریعے یامال کے لحاظ سے طلاقِ رجعی کیذریعے (یہ قید اُٹھانا) ایسے لفظ سے ہو جو طلاق کے معنی پر مشتمل ہو۔

أنواع الطلاق

طلاق کی اصلاً دو قسمیں ہیں۔(۱) طلاقِ سنّت (۲) طلاقِ بدعت

پھر طلاقِ سنّت کی سادات حنفیہؒ کے نزدیک دو قسمیں ہیں۔(۱) طلاقِ حسن (۲) طلاقِ اُحسن

پس مجموعی اعتبار سے طلاق کی تین قسمیں ہوئیں۔(۱) حسن (۲) اُحسن (۳) بدعی

طلاقِ اُحسن:

یہ ہے کہ مرد اپنی منکوحہ کو ایک طلاقِ رجعی دے ایسے طہر میں جس طہر میں مرد نے اپنے منکوحہ کے ساتھ صحبت نہ کی ہو اور اسکو چھوڑے رکھے یہاں تک کہ اسکی عدّت گذر جائے (اسکے بعد دوسری اور تیسری طلاق نہ دے)۔

طلاقِ حسن:

یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دے جس طہر میں اس نے بیوی کے ساتھ صحبت نہ کی ہو پھر دوسرے طہر میں دوسری طلاق، پھر تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے پس وہ عورت اس سے جدا ہو جائے گی۔

طلاقِ بدعت:

یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو ایک ہی کلمے کے ذریعے تین طلاقیں دے دے یا ایک ہی طہر میں تینوں طلاقیں واقع کردے پس جب وہ ایسا کرے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور مرد گناہگار ہوگا۔(واضح رہیکہ)عورت کو حالتِ حیض میں طلاق دینا مکروہ ہے جبکہ عورت مدخول بھا ہو کیونکہ اسمیں خواہ مخواہ عدّت کو طویل کرنا ہے،اور اگر عورت غیر مدخول بھا ہو تو اسکو حالتِ حیض میں طلاق دینا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ شوہر کا یہ عمل تطویلِ عدّت کی طرف مفضی نہیں ہوگا اسلیئے کہ غیر مدخول بھا پر عدّت واجب نہیں ہوتی ہے۔واضح رہے کہ طلاق سنّت اور بدعت کے بارے میں جو کچھ ذکر ہو وہ ہمارے مشایخ احناف کا قول تھا،اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں اس بات کو نہیں جانتا کہ طلاقِ سنّت اور بدعت میں عدد کا اعتبار ہے بلکہ طلاق کا سنّت اور بدعت ہونا تو وقت کے اندر ہے۔

رجعت

رَجعت جیم کے فتحے کے ساتھ ''رَجَعَ یرجِع'' کا مصدر ہے،اور کبھی جیم پر کسرہ بھی پڑھا جاتا ہے،لیکن جمہورِ فقہاء کا اتفاق ہے کہ فتحہ پڑھنا کسرہ کہ پڑھنے سے زیادہ افصح ہے،متعدّی اور لازم دونوں طرح آتا ہے،کہا جاتا ہے ''رجع الیٰ اَھله (لازم) ورجعته الیٰ اھله ای رددتّه (متعدّی)''

رجعت کے شرعی معنیٰ یہ ہیکہ موجودہ ملکیت (ملکِ نکاح) کو برقرار رکھنا بغیر کسی عوض کے جبتک مدخول بھا عدّت میں ہو اور عدّت کے گذر جانے کے بعد رجعت درست نہیں ہوتی۔

ایلاء

ایلاء کے لغوی معنی "قسم" کے آتے ہیں ایلاء کے شرعی معنی یہ ہیکہ بیوی کے قریب نہ جانے کی قسم کھانا چار ماہ تک لفظِ قسم کیذریعے یا (بیوی کے پاس جانے کو) ایسی چیز پر معلّق کیا کہ جس (تعلیق) کی بناء پر بیوی کے پاس جانا مشکل اور شاق ہو۔

ایلاء کی اقسام

ایلاء کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ایلاءِ مؤبّد (۲) ایلاءِ مؤقّت

ایلاءِ مؤبّد: یہ ہیکہ آدمی قسم کھالے کہ وہ اپنی بیوی سے کبھی صحبت نہیں کریگا۔

ایلاءِ مؤقّت: یہ ہے کہ آدمی قسم کھائے کہ اپنی بیوی سے جماع نہیں کرے گا چار ماہ یا ایک خاص مدّت تک جو چار ماہ سے زائد ہو۔

خلع

خلع کے لغوی معنی ہے "اُتارنا، الگ کرنا لفظِ خلع خاء کے ضمّے ساتھ غالباً زوجیت کے رشتے کو ختم کرنے کے لیئے استعمال کیا جاتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے "خَلَعَ نعله خلعاً وخلع ثوبه اى نزعه (اس نے اپنے جوتی اتاردی، اس نے اپنے کپڑے اتار دیئے) وخالعت المراة زوجها" جبکہ عورت مرد سے مال کے عوض اپنی جان چھڑالے، چناچہ کہا جاتا ہے "خالعهما وتخالعا" (زوجین کی آپس کی) جدائی کو تشبیہ دیتے ہوئے کپڑے کے اتارنے کے ساتھ کیونکہ زوجین میں سے ہر ایک دوسرے کے لیئے بمنزلہ لباس کے ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿هنّ لباس لكم

وانتم لباس لهن ﴾ (یعنی وہ عورتیں تمہارے لئے بمنزلہ لباس کے ہیں اور تم ان عورتوں کے لئے بمنزلہ لباس کے ہو) خلع کے شرعی معنی یہ ہیکہ ملکِ نکاح کو زائل کرنا جو کہ عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہو لفظِ خلع یا اسکے ہم معنی الفاظ سے مال کے بدلے۔

ظہار

لغت میں ظہار "ظاھر امراتہ" کا مصدر ہے جبکہ شوہر اپنی بیوی سے کہے انتِ علی کظھر امی (تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہو) مصباح اور مُغرب میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے، اور مصباح ہی میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ اسکو لفظ "ظھر" کے ساتھ خاص کیا کیونکہ جانور کی پیٹھ ہی سوار ہونے کی جگہ ہوتی ہے، اور منکوحہ صحبت کے وقت اسپر سوار ہوا جاتا ہے، پس ماں کے رکوب کو دابہ کے رکوب کے ساتھ تشبیہ دی گئی جو کہ ممتنع ہے (ماں سے صحبت حرام ہے) اور یہ ایک دقیق سا استعارہ ہے گویا کہ مرد نے اپنی منکوحہ سے کہا "تیری سواری نکاح کے لیئے مجھ پر حرام ہے، یا تو یہ لفظ لغت میں ماخوذ ہے "مقابلة الظهر بالظهر" یعنی پیٹھ کو پیٹھ کے مقابل کرنا کیونکہ دو شخصوں میں جب دشمنی ہوتی ہے تو ہر ایک اپنی پیٹھ کو دوسرے کی پیٹھ اور کمر کی طرف کر لیتا ہے۔

شریعت میں ظہار کہتے ہیں اپنی منکوحہ کو یا اسکے جزء شائع کو یا کسی ایسے عضو کو جس سے کل ذات کو تعبیر کیا جاتا ہے تشبیہ دینا محرّماتِ ابدیہ (جن سے نکاح کرنا اسکے لیئے ہمیشہ کے لیئے حرام ہو) کے ایسے عضو کے ساتھ کہ جس عضو کی طرف دیکھنا اسکے لیئے حرام ہو (پیٹھ، ران، پیٹ، شرم گاہ) اگر چہ وہ محرمات رضاعت اور دامادی رشتے دارے کی بناء پر کیوں نہ ہو۔

لِعان

لغت میں لعان مصدر ہے "لاعن" فعل کا جیسا کہ قاتل (اسکا مصدر قتال ہے)، یہ مصدر سماعی ہے قیاسی نہیں ہے، کیونکہ قیاس کے مطابق تو مصدر "ملاعنة" ہونا چاہیے، اکثر نحویین "الفعال والمفاعلة" کے وزن پر آنے والے مصادر کو قیاساً "فاعل" فعل کا مصدر قرار دیتے ہیں، اور لعان لعن سے مشتق ہے، لعن کا معنی ہے "دھتکارنا، رحمت سے دور کرنا، چنانچہ کہا جاتا ہے "لاعنه ملاعنة ولعاناً" (آپس میں لعن طعن کرنا) پھر اس باب کو "لعن" کے ساتھ معنون کیا نہ کہ غضب کے ساتھ اگر چہ اسمیں غضب کا ذکر بھی ہوتا ہے کیونکہ لعنت کا ذکر مرد کی جانب سے ہوتا ہے اور وہ مقدم ہوتا ہے (قسموں کے کھانے میں) ابتداء وہی کرتا ہے، شریعت میں لعان نام ہے ان گواہیوں کا جنکو قسموں کے ذریعے مؤکد (مضبوط) کیا گیا ہو، یہ لعان زوجین (میاں، بیوی) کے درمیان جاری ہوتا ہے اور لفظِ لعان اور غضب کے الفاظ کے ساتھ متصل ہوتا ہے مرد کے حق میں حدِّ قذف کے اور عورت کے حق میں حدِّ زنا کے قائم مقام ہوتا ہے۔

عدّت

لغت میں یہ لفظ عین کے کسرے کے ساتھ مستعمل ہے، عدت کا معنی ہے "شمار کرنا" اگر عین کے ضمے کے ساتھ ہو تو معنی ہوگا "کسی کام کیلئے تیاری کرنا، شریعت کی اصطلاح میں عدت نام ہے انتظار کرنے کا جو (انتظار) عورت کو لازم ہوتا ہے نکاح یا اس جیسی چیز (نکاح فاسد) کے زوال کے وقت اور یہ نکاح دخول سے مؤکد ہو یا جو دخول کے قائم مقام

ہے (جیسا کہ) خلوت یا شوہر کی موت (یعنی نکاح صحیح یا فاسد میں دخول پایا جائے یا خلوۃ صحیحہ پائی جائے یا شوہر کی وفات ہو جائے تو عدّت لازم ہوگی)۔

عِتاق

عتاق کے لغوی معنی ''قوت'' کے آتے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے ''عتق الفرخ'' جبکہ چوزہ طاقتور ہو جائے، اور اپنے گھونسلے سے جا اُڑے، اور عتاق مطلقاً قوت کو ثابت کرنے کا نام ہے، اعتاق کا شرعی معنی یہ ہیکہ اعتاق وہ باطنی قوت اور خوبی ہے کہ جس خوبی کی بناء پر انسان ''شہادت، ولایت اور قضاء کا اہل بنتا ہے۔

تدبیر

تدبیر کے لغوی معنی ہے ''بعد میں آزاد کرنا'' کیونکہ ''دبر'' کا معنی ہے ''موت کے بعد'' یا انجام کیطرف نظر کرنے کو دبر کہتے ہیں گویا کہ آقا نے انجام کی طرف دیکھا اور اس مدبّر کو اپنے بعد (غلامی سے) حریت کی جانب نکال دیا۔ تدبیر کے شرعی معنی یہ ہے مولیٰ اپنے غلام کی آزادی کو اپنی موت کے ساتھ معلّق کردے مطلقاً (یعنی کوئی قید نہ ہو) مطلق کی قید سے مدبّر مقیّد نکل گیا اور مدبّر مقیّد وہ ہے کہ مولیٰ (اپنے غلام سے) یوں کہے، اگر میں اس سفر میں یا اس مرض میں مر گیا یا اس مرض سے یا اس جیسے الفاظ کہے جو مطلق نہ ہو (اسی طرح) اپنی موت کو فلاں شخص کی موت پر معلّق کیا تو اصلاً یہ تدبیر نہ ہوگی بلکہ تعلیق بالشرط ہوگی۔

نفقات

لغت میں نفقات اس چیز کو کہتے ہیں جسکو انسان اپنے بال بچّوں پر خرچ کرتا ہے، جیسا کہ

امام ہشام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد رحمہ اللہ سے نفقہ کے بارے میں سوال کیا تو امام محمد نے کہا نفقہ وہ روٹی، کپڑا اور مکان ہے، کہا جاتا ہے کہ لغت میں نفقہ یہ نفاق سے مشتق ہے اور نفاق کا معنی ہے ہلاک کرنا چناچہ کہا جاتا ہے "نفق فرسہ اذا ھلك" یعنی اسکا گھوڑا مر گیا، اسکا نام نفقات اسلیئے رکھ گیا ہے کہ اسمیں مال کو خرچ کرنا پڑتا ہے اور اسکو ہلاک کرنا ہوتا ہے، شرعی معنی ہے کہ نفقہ کا مستحق ہونا نسب یا سبب کی وجہ سے۔

ولاء

ولاء کے لغوی معنی ہے "مدد کرنا، محبت کرنا، لفظ ولاء ولی سے مشتق ہے اور ولی اعزاء واقارب کو کہتے ہیں اور اصطلاحِ شریعت میں ولاء نام ہے آپس میں باہمی تعاون کرنے کا جو کہ وراثت اور دیت کو مستلزم ہوتا (یہ باہمی تعاون طے پاتا ہے) عتاق یا عقد موالاۃ کے ذریعے۔

اقسام الولاء

ولاء کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ولاء عتاقہ (۲) ولاء موالاۃ

ولاءِ عتاقہ:

کی صورت تو یہ ہے کہ آدمی غلام یا باندی کو آزاد کر دے پس معتَق (جسکو آزاد کیا جائے) معتِق (آزاد کرنے والا) کی جانب ولاء کے واسطے سے منسوب ہوگا، اسکا نام ولاء النعمۃ اور ولاء عتاقہ بھی رکھا گیا ہے اس ولاء سے اعلیٰ (آقا) تو اسفل (غلام) کا وارث ہوگا لیکن اسفل اعلیٰ کا وارث نہیں بنے گا۔

ولاء الموالاة:

کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی آدمی کے ہاتھ پر اسلام قبول کرے اس شرط پر کہ وہ اسکا وارث ہوگا اور اسکی جانب سے دیت ادا کرے گا (اگر اس سے کوئی جنایت سرزد ہو) پس اسلام قبول کرنے والا کہے تو میرا مولیٰ ہے جب میں مرجاؤں تو (میرے مال) کا وارث ہوگا، اور جب میں کوئی جنایت کروں، تو تم میری جانب سے دیت ادا کروگے پس دوسرا شخص قبول کرلے تو یہ عقد جائز ہے اور درست ہے اور مولیٰ اسکی میراث کا مستحق ہوگا اس عقد کیذریعے سے جبکہ اسکے اقارب میں سے کوئی موجود نہ ہو اور نہ ہی (اسلام قبول کرنے والے شخص کا) مولیٰ عتاقہ موجود ہو یہ قید ہمارے نزدیک ہے۔

جنایات

جنایت کے لغوی معنی ہے "حد سے تجاوز کرنا" یا جنایت اس فعل کا نام ہے جو شر کے سبب سے حاصل ہوتا ہے، شرعی معنی ہے کہ جنایت اس فعل کا نام ہے جس فعل کو کرنا حرام ہو اپنے غیر کے مال کے ساتھ ہو یا نفس کے ساتھ (جبکہ یہ فعل) سرکشی کے طور پر سرزد ہوا ہو، حضرات فقہاء کرام نے غصب اور سرقہ کو اس فعل حرام کے ساتھ خاص کیا ہے جو مال کے ساتھ ہو (مال کے ساتھ جرم کرنے کو غصب یا سرقہ سے تعبیر کیا جائے گا) اور جنایت کو اس فعل حرام کے ساتھ خاص کیا ہے جو نفس یا مادون النفس کے ساتھ ہو مثلاً قتل کردیا یا کوئی عضو تلف کردیا (تو اس عمل کو جنایت سے تعبیر کیا جائے گا)۔

جنایات کی اقسام

جنایت اگر نفس میں ہو تو اسکو قتل کہا جاتا ہے اور قتل کی پانچ اقسام ہیں۔

(۱) قتلِ عمد (۲) قتلِ شبہ عمد (۳) قتلِ خطاء (۴) قتلِ جاری مجریٰ خطاء

(۵) قتل بسبب: قارئین کی افادیت کے لئے ہر ایک کی تعریف ذکر کر دیتے ہیں۔

قتلِ عمد:

ایسے اسلحے سے قتل کرنے کا ارادہ کرنا جو کہ دھار دار ہو، یا (عضو کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں) اس اسلحے کے قائم مقام ہو

(غالبًا اس آلے سے مارنے کی وجہ سے موت واقع ہو جاتی ہو)، جیسے چھری، چاقو، خنجر، تلوار، تیز دھار دار بانس، نرکا کا چھلکا، آگ وغیرہ۔

واضح رہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قتلِ عمد کے لئے آلے کا قاتلہ وجارحہ ہونا ضروری ہے۔

قتل شبہ عمد:

ایسے آلے سے مارنے کا قصد کرنا جو کہ اسلحہ ہو اور نہ ہی اسلحہ کے قائم مقام ہو (خواہ ایسے آلے سے مارنے کی وجہ موت واقع ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو) جیسے لاٹھی، پتّھر، چھڑی وغیرہ (یہ تعریف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے) جبکہ امام ابو یوسف ومحمّد رحمہما اللہ کے نزدیک اگر ایسے آلے سے مارا جس سے عموماً موت واقع ہو جاتی ہے جیسے بڑا پتّھر تو یہ قتل عمد ہوگا اور اگر ایسا آلہ ہو جس سے عموماً موت واقع نہیں ہوتی تو یہ شبہ عمد ہوگا۔

قتلِ خطاء: کی دو قسمیں ہیں۔(۱) خطاء فی الفعل (۲) خطاء فی القصد

خطاء فی الفعل: یہ ہے کہ شکار کو تیر مارا یا شکار کو نشانہ بنا کر مارا اور وہ کسی آدمی کو جا کہ لگ جائے۔

خطاء فی القصد:

کسی انسان کو نشان بنایا یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ شکار ہے۔

جاری مجریٰ خطاء: جو قتلِ خطاء کے قائم مقام ہو جیسے سویا ہوا شخص کسی انسان پر گر پڑے اور وہ اسکے گرنے کی وجہ سے ہلاک ہو جائے۔

قتل بسبب:

جیسے کسی نے (غیر مملوکہ) راستے میں کنواں کھودا (اور کوئی اسمیں گر کر مر جائے) یا گواہوں نے اپنے گواہی سے رجوع کر لیا۔(تتیمہ از مترجم) (ھدایہ ج۴ ص۵۵۳تا۵۵۶)

استیلاد

استیلاد "استولد" فعل کا مصدر ہے، اسکا معنی ہے باندی یا بیوی سے بچے کا طلب کرنا ،اور استیلاد کا شرعی معنی ہے "مولی کا اپنی باندی سے بچے کا طلب کرنا وطی کے ذریعے سے، استیلاد ان اسماء میں سے ہے کہ جن کے ذریعے سے معنی عموم سے خصوص کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جیسا کہ لفظ تیمم اور حج لغت میں مطلق قصد و ارادے کا نام ہے اور عرف میں ایک خاص قسم کے ارادے اور قصد کرنے کا نام تیمم اور حج ہے۔

مکاتب

لفظِ مکاتب "کاتب یکاتب مکاتبة" کا مصدر ہے، اور مولیٰ مکاتِب بکسر التاء ہے، اور اسکی اصل "کتب" سے ہے اور اسکا معنی ہے جمع کرنا چناچہ اسی سے ماخوذ کر کہ کہا جاتا ہے "کتبت القربة" میں نے مشک کا منہ باندھا یہ اسوقت کہا جاتا ہے جبکہ آپ اسکو محفوظ کر لیں (اسی طرح) کتیبہ چھوٹے لشکر اور دستے کو کہتے ہیں جسکو بڑے لشکر میں سے جمع کیا جائے (اسی طرح) کتاب کو کتاب اسلیئے کہتے ہیں کیونکہ وہ ابواب اور فصول کو جمع کرتی ہے، اور کتابت کو کتابت اسلیئے کہتے ہیں کیونکہ وہ حروف کو جامع ہوتی ہے، اور اس عقد کا نام "کتابت و مکاتبت رکھا گیا ہے کیونکہ اسمیں ہاتھ کی آزادی کو رقبہ کی آزادی کے ساتھ ملایا جاتا ہے (تا کہ غلام کما کر بدلِ کتابت ادا کر کے رقبہ کو چھڑا سکے) یا اس وجہ سے کہ اسمیں قرض کی ادائیگی کو جو دو یا دو سے زیادہ اقساط میں ادا ہوتی ہے اسکو جمع کیا جاتا ہے، یا اسوجہ سے کہ انمیں سے ہر ایک عہد نامہ لکھتا ہے، لغت میں یہ "کتب" کا مصدر ہے۔
شرعی معنی ہے کہ غلام کو قبضے کی جہت سے فی الحال اور رقبہ کے لحاظ سے مستقبل میں آزاد کرنا بدلِ کتابت کی ادائیگی کے وقت۔

دیت

دیات "دیۃ" کی جمع ہے، اور لغت میں دیت یہ مصدر ہے "ودَی القاتل القتیل" کا (یہ اسوقت کہا جاتا ہے) جبکہ قاتل کا ولی اس مال کو ادا کر دے جو انسانی جان کا بدل ہے، اور اصل میں یہ "ودیۃ"

تھا، پس اسکا فاء کلمہ محذوف ہے، جیسے "عـــدة" یہ "وعـــد" سے ہے اور "وزنة" یہ "وزن" سے ہے، اسی طرح "ھبة" یہ "وھب" سے ہے، اصل میں ھاء فاء کلمے کا عوض ہے اور فاء کلمہ واؤ ہے پھر اس مال کا نام "دیت" رکھا گیا تو یہ تسمیۃ الشئ باسم المصدر کی قبیل سے ہے، اور دیت کے اصطلاحی معنی یہ ہیکہ دیت نام ہے اس مال کا جو انسانی جان کا بدل ہے، اور ارش نام ہے اس مال (تاوان) کا جو فیما دون النفس میں جنایت کرنے سے لازم ہوتا ہے (مثلاً کوئی عضو تلف کردیا)۔

دیت کی اقسام

دیت کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) دیتِ مغلّظہ (۲) دیت مخفّفہ

دیت مخففہ وہ قتلِ خطاء کی دیت ہے اور وہ تین اقسام پر مشتمل ہے۔

(۱) اونٹ (۲) سونا (۳) چاندی، امامِ ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اونٹ میں سے سو اونٹ ،سونے میں سے ایک ہزار دینار اور چاندی میں سے دس ہزار دراھم (مقرر ہیں) قاتل کو اختیار ہے کہ جس قسم میں سے چاہے ادا کرے، اب رہی اونٹوں کی عمروں کے بارے میں تفصیل تو وہ اس طرح ہیکہ قتلِ خطاء کی دیت میں پانچ اقسام کے اونٹ ہیں۔ (۱) بیس بنت مخاض (۲) بیس ابنِ مخاض (۳) بیس بنتِ لبون (۴) بیس حقے (۵) بیس جذعے۔ دیتِ مغلّظہ وہ قتلِ شبہ عمد کی دیت ہے اور وہ چار اقسام کے اونٹ ہیں (۱) پچیّس بنتِ مخاض (۲) پچیّس بنتِ لبون (۳) پچیّس جذعے (۴) پچیّس حقے۔

پس یہ دیت نص ہے قتل شبہ عمد کے موجب و مقتضیٰ پر اور اس بات پر بھی کہ قتلِ شبہ عمد میں قاتل کو سونے ،چاندی یا اونٹ کی ادائیگی میں اختیار نہیں ہوگا بلکہ قاتل پر صرف اور صرف

اونٹ ہی لازم ہونگے۔

زخم کی اقسام

الشجة ''شجاج'' کا مفرد ہے اسکا معنی ہے کہ سر یا چہرے میں زخم کا لگنا نہ کہ ان دونوں کہ علاوہ میں (یعنی شجہ اس چوٹ کو کہا جائیگا جو سر یا چہرے پر لگے) اسکی اقسام مندرجہ ذیل بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) حارصہ: وہ زخم جو جلد کو پھاڑ دے اور خون نہ نکلے۔

(۲) دامعہ: خون ظاہر تو ہو لیکن بہے نہیں۔ (جیسے آنکھ میں آنسو ظاہر ہو اور آنکھ سے بہے نہیں)

(۳) دامیہ: خون زخم سے نکل کر بہنے لگے۔

(۴) باضعہ: ایسا زخم کہ کھال بڑی مقدار میں پھٹ جائے (یعنی گوشت کٹ جائے اور زخم گوشت میں گھس جائے)

(۵) سمحاق: گوشت اور ہڈی کے درمیان بہت باریک سی جھلّی رہ جائے۔

(۶) موضحہ: ایسا زخم جو ہڈی تک پہنچ جائے (ہڈی کو کھول دے)۔

(۷) ھاشمہ: جو ہڈی کو توڑ دے۔

(۸) مُنقلہ: ہڈی (ٹوٹ کر) ایک جگہ سے دوسری جگہ سرک جائے۔

(۹) آمّہ۔مامومہ: دماغ اور ہڈی کے درمیان ایک باریک سی کھال یا جھلّی ہوتی ہے زخم اس کھال تک پہنچ جائے (اسکو اُمّ الرأس کہتے ہیں اور اسمیں مغز ہوتا ہے)۔

(۱۰) دامغہ: وہ زخم جو دماغ تک پہنچ جائے۔

قسامت

قسامت لغت میں "أقسم" فعل کا مصدر ہے، یا یہ اسم ہے اسکو مصدر (اقسام) کی جگہ پر رکھ دیا گیا ہے، اور اسکا معنی قسم کے آتے ہیں اور قسم مطلقاً یمین کو کہتے ہیں، قسامت کا شرعی معنی ہے کہ قسامت نام ہے ایک مخصوص تعداد میں قسمیں کھانے کا کہ جن (قسموں) کو محلّے والے (جس محلّے میں مقتول کی لاش پائی جائے) یا وہ گھر والے جہاں مقتول اس حال میں پایا جائے کہ اسپر زخم کے نشان نمایاں ہو تو وہ لوگ قسمیں کھائیں گے۔ (اللہ کی قسم نہ ہی ہم نے قتل کیا ہے اور نہ ہی ہم قاتل کو جانتے ہیں)۔

معاقل

معاقل "معقُلة" (قاف مضموم) کی جمع ہے، معقلہ دیت، خون بہا کو کہتے ہیں دیت کا نام عقل بھی رکھا جاتا ہے (عقل کا معنی ہے روکنا) کیونکہ دیت بھی خون بہانے سے روکتی ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے "عقل البعيرَ عقلاً شدّه بالعقال" یعنی اس نے اونٹ کو رسّی سے باندھ دیا، اسی سے ماخوذ کر کے عقل کو عقل اسوجہ سے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ انسان کو بُرے کاموں سے روکتی ہے۔

فائدہ: دیات کی اقسام کتاب الدیات میں مکمل طور پر بیان ہو چکی ہیں، یہاں مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ دیت اپنی انواع اور احکام کی تفصیل کے اعتبار سے کن لوگوں پر واجب ہوتی ہے، اور وہ عاقلہ کی جماعت ہے تو مناسب یہی ہے کہ عنوان میں عواقل کا ذکر کیا جائے اسلئے کہ عواقل "عاقلة" کی جمع ہے۔

عاقلہ وہ جماعت ہے جو قاتل کی مدد اور پشت پناہی کیلئے کھڑی ہوتی ہے اور قاتل انکی حمیّت میں قتل جیسے سنگین جرم کا ارتکاب کرتا ہے، عاقلہ کا مصداق وہ اہلِ دیوان ہیں اگر قاتل اہلِ دیوان میں سے ہو، اہلِ دیوان سے مراد لشکر اور فوج ہے، لشکر میں شامل افراد کے نام رجسٹر میں لکھے ہوتے تھے (یعنی ہر سپاہی کے مکمل کوائف اسکے اندر درج ہوتے تھے) اہل دیوان سے یہی لوگ مراد ہیں، جبکہ امامِ شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک (قاتل کے) خاندان اور قرابت والے عاقلہ کا مصداق ہیں۔

حدود

حد کے لغوی معنی ہیں ''روکنا'' اسی سے ماخوذ کرکے ''بوّاب (دربان) '' کو ''حدّاد'' کہا جاتا ہے کیونکہ وہ عام لوگوں کو اندر جانے سے روکتا ہے، اس جامع اور مانع لفظ کا نام حد رکھا گیا ہے کیونکہ یہ شئی کے معنی کو جامع ہوتا ہے اور غیر معنی کو اسکے اندر داخل ہونے سے روکتا ہے، پھر خالصتاً عقوبات (سزاؤں) کا نام حدود رکھا گیا کیونکہ حدود عادۃً جرائم کے اسباب کے ارتکاب سے روکنے والی ہوتی ہیں، اللہ کی حدود، اللہ تبارک وتعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء ہیں جنکو کرنے سے شارع نے منع کیا ہے، اسی سے ماخوذ ہے باری تعالیٰ کا قول ﴿تلك حدود الله فلا تقربوها﴾ یعنی اللہ کی حرام کردہ اشیاء کے قریب مت پھٹکو، اسی طرح احکام بھی اللہ کی حدود ہیں کیونکہ احکام اپنے ماوراء سے تجاوز کرنے سے روکتے ہیں اسی سے ماخوذ ہے باری تعالیٰ کا یہ قول ﴿تلك حدود الله فلا تعتدوها﴾ یعنی اللہ کے احکامات سے تجاوز مت کرو۔

حد کا شرعی معنی یہ ہیکہ حد ان سزاؤں کا نام ہے جو مقرر کردہ ہیں (من جانب اللہ) واجب

ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کا حق بن کر پس تعزیر کو حد نہیں کہا جائے گا کیونکہ تعزیر من جانب الشارع مقرر نہیں ہوتی ہے (بلکہ حاکم وقت یا قاضی کی صوابدید پر موقوف ہوتی ہے) اور نہ ہی قصاص کو حد کہا جائے گا کیونکہ وہ بندوں کا حق ہے، حد کا اصل مقصد ان افعال سے زجر و تنبیہ کرنا ہے جو بندوں کے لیئے ضرر رساں ہوتے ہیں (تا کہ لوگ ان سزاؤں سے عبرت پکڑیں) (حد کا دوسرا مقصد) اسلامی مملکت کو فساد سے بچانا ہے، اور گناہ سے پاک کرنا اس حد میں اصل مقصود نہیں ہے اس دلیل کی بناء پر کہ یہ کافر (ذمّی) کے حق میں بھی مشروع ہے۔

حد کی اقسام

حد کی چھ قسمیں ہیں۔(۱) حدّ زنا (۲) خاص خمر پینے کی حد (۳) نشہ آور اشیاء کی حد (جیسے، نبیذ، نقیع التمر، نقیع الزبیب، طلاء، وغیرہ) جو خمر کے علاوہ ہوں اور نفس کمیت خمر اور غیر خمر دونوں میں برابر ہے اور وہ ہے نشہ آور ہونا (۴) حد قذف (۵) حد سرقہ (۶) حد قطع الطریق

حد الشرب

اسکی دو قسمیں ہیں۔(۱) خمر کا پینا اور اسکا تھوڑا بھی کافی ہے (حد کیلئے) اگر چہ ایک قطرہ ہی کیوں نہ ہو اور اسمیں نشے کا ہونا لازمی نہیں ہے (۲) دیگر نشہ آور اشیاء کا پینا جو کہ خمر کے علاوہ ہوں اور اسمیں (حد کیلئے) نشے کا ہونا لازمی ہے، اوّل کی طرف اشارہ کیا اپنے اس قول "مَن شَرِبَ خمراً" سے، جاننا چاہیے لفظ "من" الفاظ عموم میں سے ہے ذمّی و غیر ذمّی سب کو شامل ہے (اس عموم کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان کی طرح ذمّی پر بھی حد

ہو) حال یہ ہے کہ ذمّی، گونگے اور غیر مکلف پر حد نہیں ہے بہتر تو یہ تھا کہ اسطرح تعبیر کرتے کہ "مسلمان ہو، ناطق ہو اور مکلف ہو وہ خمر پیئے (تاکہ اس قید سے ذمی، اخرس اور غیر مکلف خارج ہو جاتے) اور ثانی کی طرف اشارہ کیا اپنے اس قول "أو جاؤا بہ سکران" اگرچہ اسکا نشہ نبیذ سے ہو یا اس جیسی نشہ آور حرام چیزوں میں سے ہو جو کہ خمر کے علاوہ ہوں۔

فائدہ

جان لو کہ خمر کی حد اور دیگر نشہ آور مشروبات کی حد آزاد آدمی کے حق میں مقرّر کردہ ہیں اسّی کوڑوں کے ساتھ (دو وجہ سے) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اجماع اور ان حضرات کا (حد شرب خمر کو) حد قذف پر قیاس کرنے کی وجہ سے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: جب نشہ آئے گا تو ھذیان (اول فول) بکے گا اور جب ھذیان بکے گا تو افتراء کرے گا اور افتراء (جھوٹی تہمت لگانے والوں کی حد) اسّی کوڑے ہیں (آزاد کے حق میں) اور چالیس غلام کے حق میں، کیونکہ رقّیت حد کو آدھا کر دیتی ہے جیسا کہ حد قذف اور حد زنا، اللہ تبارک وتعالیٰ سورۃ نساء میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فان أتين بفاحشة فعليهن نصف ما على المحصنات من العذاب﴾ (آلایۃ ۲۵)"

ترجمہ: پس اگر وہ باندیاں کسی بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان پر اس سزا کی آدھی سزا لازم ہوگی جو سزا آزاد عورتوں کے لئے مقرّر ہے۔

فائدہ: وہ شرابیں جو کہ حرام ہیں چار قسم کی ہیں۔

(۱) خمر: انگور کا شیرہ یعنی وہ کچا پانی جبکہ اسکو چھوڑ دیا جائے اور اسمیں تیزی پیدا ہو جائے اور بنا پکائے جھاگ پھینکنے لگے۔

(۲) طلاء: انگور کا شیرہ جبکہ اسکو اتنا پکایا جائے کہ اسکے دوثلث سے کم (جل کر) ختم ہو جائیں۔

(۳) نقیع التمر: دراصل نقیع اس پانی کو کہا جاتا ہے جسمیں خشک کھجور یا خشک انگور (کشمش) ڈال کہ چھوڑ دیئے جائیں، اور نقیع التمر وہ پانی ہوتا ہے جسمیں خشک کھجور ڈال کہ چھوڑ دی جائیں یہاں تک کہ اسمیں تیزی پیدا ہو جائے۔

(۴) نقیع الزبیب: جس پانی میں خشک انگور ڈال کہ چھوڑ دیئے جائیں یہاں تک کہ اسمیں تیزی پیدا ہو جائے اسکو نقیع الزبیب کہتے ہیں۔

حد قذف

قذف کے لغوی معنی ہے "مطلقاً پھینکنا" اسی سے ماخوذ ہے "التقاذف والترامی" باہمی آپس میں تیر اندازی کرنا، قذف کے اصطلاحی معنی ہیں کہ جو شخص صفت احصان کے ساتھ متصف ہو اسکی طرف زنا کی نسبت کرنا (چاہیں یہ نسبت کرنا) صراحتاً ہو یا کنایۃً، (اسکا حکم یہ ہیکہ) قذف حد کو واجب کرتی ہے، اور اسکی شرط یہ ہیکہ کہ مقذوف (جسپر جھوٹی تہمت لگائی جائے) محصن ہو اور تہمت لگانے والا اپنی اس تہمت کو گواہی کے ذریعے ثابت کرنے سے عاجز ہو، اس کی مقدار اسّی کوڑے ہیں (آزاد آدمی کے حق میں) اور اس حد کا نصف یعنی چالیس کوڑے آزاد کے علاوہ غلام کیلئے ہونگے۔

فائدہ: صفت احصان کا مطلب یہ ہیکہ مرد آزاد ہو، عاقل و بالغ ہو، مسلمان ہو، کسی عورت سے نکاح صحیح بھی کیا ہو اور اس عورت سے صحبت بھی کی ہو۔ یہ شرائط پائی جائیں گی تو وہ مرد

محصن یا اگر عورت ہو تو محصنہ کہلائے گی۔ (ضمیمہ)

سرقہ

سرقہ کے لغوی معنی ہیں کسی دوسرے شخص سے چیز کو خفیہ طریقے سے لے لینا، مالِ مسروق کو سرقہ کہنا مجاز کی قبیل سے ہے۔ شرعی اعتبار سے اسکی تعریف دو طرح سے کی گئی ہے، (۱) حرمت کے اعتبار سے (۲) قطع ید کے اعتبار سے، حرمت کے لحاظ سے تعریف یوں ہوگی، کسی دوسرے شخص سے ناحق طور پر قیمتی چیز کو پوشیدہ طور پر لے لینا چاہے وہ چیز نصاب (دس دراھم) تک ہو یا نہ ہو۔ قطع ید کے اعتبار سے اسکی تعریف یوں ہوگی، ایسے مکلّف شخص کا جو کہ ناطق ہو، دیکھ سکتا ہو، دس دراھم جو ڈھلے ہوئے ہوں اور جیّد ہو ان دراھم کا لینا یا ان دراھم کے بقدر کسی چیز کو لینا اور اس چیز کو لینے کا ارادہ (بھی) کیا ہو، اگر مال کا لینا اور چوری کرنا دن میں ہو تو ابتداءً اور انتہاءً خفیہ طور سے اس چیز کا نکالنا ضروری ہے، اسی طرح اگر مغرب اور عشاء کے درمیان لیا ہو تو بھی (ضروری ہے) کہ ابتداءً اور انتہاءً خفیہ طور سے لیا ہو، اگر چوری کرنا رات کے وقت ہو تو فقط ابتداءً خفیہ طریقے سے نکالنا کافی ہوگا (اور یہ لینا ایسے شخص سے ہو) جسکا قبضہ صحیح ہو (جس چیز کو چوری کیا ہو) وہ ایسی چیزوں میں سے نہ ہوں جو جلد خراب ہو جاتی ہوں، جیسے پھل، سبزیاں، میوے وغیرہ چونکہ یہ جلد خراب ہو جاتے ہیں اسلیئے انکا لینا سرقہ نہیں کہلائے گا، اور یہ لینا اسلامی مملکت میں ہو (لھذا دار الحرب یا دار البغی میں چرانے سے قطع ید نہیں ہوگا) ایسی جگہ سے لیا ہو جو محفوظ ہو اور (یہ لینا) ایک بار ہو (یعنی وہ چیز پہلی مرتبہ چوری ہوئی ہو اس سے پہلے چوری نہ ہوئی ہو) اس چیز کا مالک ایک ہو یا ایک سے زیادہ، اور اس لینے میں کسی قسم کا شبہ یا تاویل کی

گنجائش نہ ہو۔

اقسام السرقہ

اسکی دو قسمیں ہیں، کیونکہ چوری کا ضرر اور نقصان یا تو صاحب مال کو پہنچے گا یا اسکا ضرر عام عوام الناس کو پہنچے گا، اگر اسکا ضرر صاحب مال کو پہنچتا ہو تو اسکو "سرقہ صغریٰ" اگر اس ضرر کا تعلق عوام سے ہو تو اسکو "سرقہ کبریٰ" کہا جاتا ہے، دونوں قسمیں تعریف اور اکثر شرائط میں مشترک ہیں، اسلیئے کہ دونوں قسموں میں سے ہر ایک میں معتبر یہ ہے کہ مال خفیہ طریقے سے لیا ہو (یہ بات واضح رہے) کہ سرقہ صغریٰ میں عین مالک سے لینا ضروری ہے یا جو مالک کا نائب اور قائم مقام ہو جیسے مودَع یا مستعیر، اور سرقہ کبریٰ میں عین امام سے لینا ضروری ہے کہ جس امام نے مسلمانوں کے راستوں اور شہروں کی حفاظت کا اپنے اوپر التزام کیا ہے۔

قطع الطریق

اسکا مطلب یہ ہے کہ راستے اور گزرگاہ میں گزرنے سے روکنا پس یہ حذف اور ایصال کی قبیل سے ہے، یا طریقِ مارّۃ کا مطلب یہ ہیکہ محل پر حال کا اطلاق کیا گیا ہے (کیونکہ راہگیر کو لوٹا جاتا ہے نہ کہ راستے کو) یا اضافت "فی" کے معنی پر مشتمل ہے، تو قطع الطریق میں "فی" مقدر ہے لھذا اصل عبارت یوں ہوگی "قطع فی الطریق أی منع الناس المرور فیہ" یعنی لوگوں کو راستے میں گذرنے سے روکنا اور اسکے بڑے نقصان کی وجہ سے اسکا نام سرقہ کبریٰ رکھا گیا ہے کیونکہ اس نقصان اور ضرر کا تعلق عوام سے ہوتا ہے یا اس بناء پر اسکی سزا بڑی ہے تو اسوجہ سے اسکو سرقہ کبریٰ کہا جاتا ہے۔

قطع الطریق اصطلاح میں وہ حرابۃ (لڑائی کرنا) ہے اور حرب سے مشتق ہے اور حرب ضد ہے "سلم" (امن) کی، چنانچہ کہا جاتا ہے "حاربہ محاربۃ وحراباً" باہم آپس میں لڑائی کرنا، یا حرابۃ حَرب سے مشتق ہے (راء کے فتحے کے ساتھ) حَرب کہتے ہیں "سلب" یعنی چھین لینا چنانچہ کہا جاتا ہے "حَرَبَ فلانٌ مالَہ ای سلبہ فھو محروب وحریب" یعنی فلاں شخص نے اسکا مال اس سے چھین لیا۔ جبکہ فقہاء کے نزدیک اسکی تعریف یہ ہیکہ "وہ باہر نکلنا ہے مال کے چھیننے یا قتل کرنے کیلئے یا کھلم کھلا راستے (میں لوگوں کو) ڈرانے اور خوف پھیلانے کیلئے، (لوگوں پر) غلبہ حاصل کرتے ہوئے (اور یہ سب کاروائی) طاقت اور قوت کے بل بوتے پر ہو اس امید کے ساتھ کہ مدد ان لوگوں سے دور ہے، اسکو حرابۃ اور سرقہ کبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔

سرقہ صغریٰ اور سرقہ کبریٰ کے درمیان فرق

ان دونوں کے درمیان فرق اس طور پر کیا جاتا ہے کہ حرابۃ (کبریٰ) پس وہ نام ہے باہر نکلنے کا، مال لینے کیلئے ہو یا قتل کرنے کیلئے یا خوف وہراس پھیلانے کیلئے ہو غلبہ پاتے ہوئے طاقت اور قوت کے بل بوتے پر اور اس امید کے ساتھ مدد ان لوگوں سے دور ہے، اور سرقہ (صغریٰ) وہ نام ہے خفیہ طریقے سے مال لینے کا، پس حرابت کامل ہو جاتی ہے ایسے طریقے کے ساتھ خروج کیا جائے کی جسمیں غلبہ حاصل ہو جائے اگرچہ مال وغیرہ نہ چھینا گیا ہو (چناچہ اگر کسی جماعت نے چند لوگوں پر کسی طرح غلبہ حاصل کرلیا اور وہ لوگ بے بس ہو جائے تو یہ حرابت کہلائے گی چاہے مال لیں یا نہ لیں) اب رہا سرقہ صغری تو اسمیں ضروری ہے کہ مال خفیہ طریقے سے لیا جائے۔

أشربة

أشربة "شراب" کی جمع ہے اور شراب لغت میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جسکی صفت مائع ہو اور اسکو پیا جاتا ہو، جبکہ اصطلاح میں شراب اس مشروب کو کہتے ہیں جو نشہ آور ہو، حرام شرابیں چار اقسام پر مشتمل ہیں۔

خمر: وہ انگور کا کچا پانی جبکہ اسمیں تیزی آجائے اور جھاگ پھینکنے لگے، اور کبھی کبھی لفظ خمر کا اطلاق غیر خمر پر بھی کیا جاتا ہے، جیسا کہ پہلے یہ بات ذکر کی جاچکی ہے، اور یہ اطلاق مجازی ہے۔

طلاء: وہ انگور کا شیرہ ہے جسکو پکایا گیا ہو یہاں تک کہ اسکے دو ثلث (پک کر) ختم ہوجائیں، اور ایک ثلث باقی رہ جائے اور وہ نشہ آور بن گیا ہو۔

سکر: وہ کھجور کا پانی ہے جبکہ اسمیں تیزی آجائے اور جھاگ پھینکنے لگے، اور اسکا نام نقیع التمر بھی رکھا گیا ہے۔

نقیع الزبیب: وہ خشک انگور (کشمش) کا کچا پانی اس شرط کے ساتھ کہ جوش مارنے کے بعد جھاگ پھینکنے لگے۔ واضح رہے کہ آخری تین شرابیں اسوقت حرام کہلائیں گی جبکہ اسمیں جوش اور تیزی پیدا ہوجائے، اور اگر جوش اور تیزی پیدا نہیں ہوئی تو پھر بالاتفاق حرام نہیں ہونگی۔

دیگر شرابیں:

نبیذ التمر:

اس کا اطلاق اس پانی پر ہوتا ہے کہ جس پانی میں کھجوریں ڈالی گئی ہوں اور اسکی مٹھاس ختم

ہوجائے پھر اسمیں جوش اور تیزی آجائے اور جھاگ پھینکنے لگے، لفظِ نبیذ کے اسم کا اطلاق کھجور کی پکّی ہوئی اور کچّی دونوں شرابوں پر ہوتا ہے۔

فضیخ:

وہ گدر کھجور ہے جبکہ اس سے پانی رِسنے لگے اور اسکو چھوڑ دیا جائے (یہاں تک کہ) اسمیں جوش اور تیزی پیدا ہو جائے اور جھاگ پھینکنے لگے، یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اسکو توڑ کر پیسا جاتا ہے، اسکا نام "فضیخ" اسلیئے رکھا گیا ہے کیونکہ اسمیں کھجور کے گچھے کو نچوڑا جاتا ہے یعنی اسکو توڑ کر پیسا جاتا ہے۔

باذق:

اس شراب کو کہتے ہیں جو انگور کے پانی کی ہو اسکو تھوڑا بہت پکایا جائے یہاں تک کہ اسکے دو ثلث سے کم کم (پک کر) ختم ہوجائیں اب چاہیں ایک ثلث ختم ہو یا نصف ختم ہوجائے، یا باذق اس شراب کا نام ہے کہ جسکو تھوڑا پکایا گیا ہو اور پکانے کے بعد وہ نشہ آور بن جائے اور جوش سے اسمیں تسکین پیدا ہوجائے۔ منصف اس شراب کا نام ہے جو انگور کے پانی کی ہو اور اسکو اتنا پکایا جائے کہ اسکا نصف پک کر ختم ہوجائے۔

صید وذبائح

صید لغت میں یہ "صـــادہ" کا مصدر ہے (یہ اسوقت کہا جاتا ہے) جبکہ شکاری شکار پکڑ لے، مفعول (مصـیـد) کا نام "صید" رکھنا تسمیۃ المفعول باسم المصدر کی قبیل سے ہے، اور شریعت میں صید ہر اس جانور کو کہتے ہیں جو طبعی اعتبار سے نامانوس ہو (انسان سے

بھاگتا ہو) اسکو بناء حیلے کہ پکڑنا ممکن نہ ہو، ذبائح "ذبیحة" کی جمع ہے، ذبیحہ وہ جانور ہو تا ہے جسکی شان یہ ہو کہ وہ ذبح کیا جاتے ہوں اور ذبح کے قابل ہوں، پس اس قید سے مچھلی اور ٹڈی خارج ہو جائیں گی کیونکہ انکو ذبح نہیں کیا جاتا پس بناء ذبح کے دونوں حلال ہونگے، اور متردّیہ، نطیحہ اور اس جیسے جانور ذبیحہ کی تعریف میں داخل تو ہیں لیکن ذبح نہ ہونے کی وجہ سے حلال نہ ہونگے۔

فائدہ: شکار چونکہ آلے کے ساتھ ہوتا ہے اسلیئے آلے کی دو قسمیں ہیں۔(۱) حیوان جیسے ،باز، عقاب، کتا (۲) جماد جیسے، تلوار، نیزہ، جال، تیر اور اس جیسی اشیاء جن سے شکار کیا جاتا ہے۔

فائدہ: ان جانوروں کا شکار کرنا جنکا کھانا حلال ہے اور جنکا کھانا حلال نہیں ہے (اسکا حکم یہ ہیکہ) مباح ہے، پس وہ جانور کہ جنکا کھانا حلال ہے تو اسکا شکار کھانے کی غرض سے ہوگا اور وہ جانور کہ جنکا کھانا حلال نہیں ہے انکا شکار کرنا کسی دوسری غرض کی خاطر ہوگا یا تو اسکی کھال یا بال سے انتفاع مقصود ہوگا یا دفع شر اور اذیت کیلیئے ہوگا۔

شرائط الصید

شکار جب حلال ہوگا جبکہ پندرہ شرائط پائیں جائیں، پانچ شرائط کا تعلق شکاری کے ساتھ ہے، (۱) شکاری ایسے لوگوں میں سے ہو جو ذبح کے اہل ہوں (۲) شکاری کی طرف سے اِرسال (جانور کو شکار پر چھوڑنا) پایا جائے (۳) شکاری کے ساتھ ارسال میں کوئی ایسا شخص شریک نہ ہو کہ جسکا شکار حلال نہ ہو (مجوسی، مرتد، قادیانی، مشرک وغیرہ) (۴) شکاری تسمیہ کو جان بوجھ کر ترک نہ کرے (۵) ارسال اور شکار کو پکڑنے کے درمیان کسی دوسرے عمل میں

مشغول نہ ہو (مثلاً باز یا کتے کو شکار پر چھوڑا پھر کسی کام میں لگ گیا پھر شکار پکڑا تو یہ حلال نہیں ہوگا)۔

پانچ شرائط کا تعلق کتے کے ساتھ ہے (۱) سدھایا ہوا ہو (معلّم ہو) (۲) کتا شکار پر اسی معروف طریقے سے جائے جو بھیجنے اور چھوڑنے کا طریقہ ہوتا ہے (۳) شکار کو پکڑنے میں اسکے ساتھ کوئی ایسا جانور شریک نہ ہو کہ جسکا (مارا ہوا) شکار حلال نہیں ہے (۴) کتا زخم لگا کر اسکو مار دے (۵) اس شکار میں سے کتا کچھ نہ کھائے۔ جبکہ پانچ شرائط کا تعلق شکار سے ہے۔

(۱) شکار حشرات الارض میں سے نہ ہو (یعنی کیڑے مکوڑے نہ ہو) (۲) مچھلی کے علاوہ کوئی دوسرا دریائی جانور نہ ہو (۳) شکار اپنی ٹانگوں، پنجوں سے اپنے نفس کا بچاؤ اور دفاع کرنے والا ہو (۴) شکار ایسا جانور نہ ہو جو اپنے نوکیلے دانتوں سے یا اپنے پنجوں سے چیر پھاڑ کرتا ہو (جیسے شیر، چیتا، بھیڑیا، باز، چیل وغیرہ) (۵) ذبح سے پہلے ہی اس زخم سے مر جائے۔

اُضحیّۃ

اضحیہ "اُفعولۃ" کے وزن پر ہے، اصل میں اُضحویۃ تھا، واو اور یاء ایک ساتھ جمع ہو گئے اور واو ساکن تھا واو کو یاء سے تبدیل کر کے یاء کو یاء میں مدغم
کر دیا اور حاء کو یاء کی وجہ سے کسرہ دیا گیا (تو اُضحیہ ہوا) اسکی جمع اَضاحی آتی ہے یاء کی تشدید کے ساتھ، لغت میں اُضحیہ اس جانور کا نام ہے کہ جسکو قربانی کے ایام میں ذبح کیا جاتا ہو تو یہ "تسمیۃ الشئی باسم وقتہ" کی قبیل سے ہے۔
شرعی معنی ہے کہ اُضحیہ نام ہے ایک خاص جانور کا جو خاص عمر کا ہو اسکو ثواب کی نیت سے

خاص دنوں میں ذبح کیا جائے اسکی شرائط اور اسباب کے پائے جانے کے وقت۔

أیمان

یمین کے لغوی معنی ''قوّت وطاقت'' کے آتے ہیں، چنانچہ اسی معنی سے ماخوذ ہے باری تعالیٰ کا قول ﴿لاخذنا منه باليمين﴾ قسم کا نام یمین دووجہوں سے رکھا گیا ہے، انمیں سے ایک یہ ہیکہ یمین قوّت اور طاقت کو کہتے ہیں اور قسم کھانے والا (اس) قسم کے ذریعے سے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قوّت حاصل کرتا ہے، ایک قول یہ ہیکہ لغت میں یہ لفظ زخمی کرنے والے آلات اور قسم وقوّت کے درمیان مشترک ہے، شرعی معنی ہیکہ یمین ایسے عقد کا نام ہے کہ جس عقد کی بناء پر قسم کھانے والے کے ارادے کو کسی کام کے کرنے یا چھوڑنے پر تقویت حاصل ہو۔

یمین کی أقسام

یمین کی دونوعیں ہیں، ایک نوع تو وہ ہے کہ جسکو اہلِ لغت جانتے ہیں اور وہ یہ ہیکہ اس قسم سے مقسم بہ کی تعظیم کا ارادہ کیا جائے۔ اور اہل لغت اسکو ''قسم'' (یمین) کے نام سے موسوم کرتے ہیں مگر یہ کہ وہ اسکو اللہ کے ساتھ خاص نہیں مانتے ہیں لیکن شریعت میں یہ نوع بھی یمین کہلائے گی اور یہ یمین صرف اللہ کے ساتھ خاص ہوگی۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ ہی اپنی ذات کے اعتبار سے تعظیم کے مستحق ہیں اس طور پر کہ اسکے نام کی بے حرمتی کرنا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے

یمین کی دوسری نوع شرط اور جزاء ہیں فقہاء کے نزدیک یہ بھی یمین ہے کیونکہ اسمیں یمین کا

معنی پایا جاتا ہے، اور وہ معنی ہے "کام کو کرنا یا اس سے رک جانا"، لیکن اہل لغت اسکو یمین کے نام سے نہیں جانتے ہیں کیونکہ اس دوسری نوع میں تعظیم کا معنی نہیں پایا جاتا ہے۔

اَقسام یمین باللہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نام کے ساتھ جو قسم کھائی جاتی ہے اسکی تین قسمیں ہیں۔

(۱) یمینِ غموس (۲) یمین منعقدۃ (۳) یمین لغو (ہر ایک کی تعریف کتب فقہ میں مذکور ہیں)

قارئین کی افادیت کے لئے ہر ایک کی تعریف ذکر کر دیتے ہیں۔ (ضمیمہ از مترجم)

یمین غموس: کسی ماضی کے امر پر قسم کھانا اور اس میں جان بوجھ کر جھوٹ بولنا۔

یمین منعقدۃ: آئندہ زمانے میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھانا۔

یمین لغو: ماضی کے کسی کام کے بارے میں یہ سمجھ کر قسم کھانا کہ وہ اپنی اس قسم میں سچا ہے (حالانکہ واقعۃً اسکے خلاف ہو)۔ (ھدایۃ ج ۲ ص ۴۷۶)

دعویٰ

دعویٰ لغت میں اس قول کو کہتے ہیں جسکے ذریعے انسان اپنے غیر پر حق کو واجب کرنے کا ارادہ کرے، اسکی جمع "دعــاوی" آتی ہے (واو کے فتحے کے ساتھ) جیسے فتویٰ اسکی جمع "فتاوی" آتی ہے (فاء کلمے کے فتحہ کے ساتھ) لیکن مصباح (لغت کی کتاب) میں جزم کے ساتھ فاء کلمے کے کسرے کے ساتھ ہے یعنی "دِعـاوی" کیونکہ اسمیں الف تانیث کی محافظت ہے۔

شرعی معنی ہے کہ دعوی وہ قول ہے جو قاضی کی عدالت میں قبول کیا جاتا ہے (سماعت کیلئے) اس قول کے ذریعے سے ایسے حق کو طلب کرنے کا ارادہ کیا جائے جو مدّعی کے غیر کی جانب سے ہو (یعنی وہ حق مدّعیٰ علیہ پر ہو) یا دعوی نام ہے اپنے ذاتی حق سے خصم کو دور کرنے کا، دعوے کی ایک اور تعریف کی گئی ہے،

دعوی قاضی کی عدالت میں خبر دینے کا نام ہے یا ایسے معلوم حق کے ساتھ حکم لگانا جو اس مدّعی کے غیر (مدّعیٰ علیہ) پر ہو۔

مدّعی اور مدّعیٰ علیہ کی پہچان کا طریقہ

مدّعی وہ ہے جبکہ وہ خصومت کو چھوڑ دے تو اسکو اس خصومت پر مجبور نہ کیا جائے، اور مدّعیٰ علیہ وہ ہوتا ہے کہ جسکو خصومت پر مجبور کیا جائے، ان دونوں کے درمیان فرق کو پہچان لینا ایسی اہم چیز ہے، جسپر دعوے کے مسائل موقوف ہیں، مشایخ کی تعبیرات اس فرق کو بیان کرنے میں مختلف ہیں ان تعبیرات میں سے ایک تو وہ ہے جو کتاب میں بیان کی گئی ہے اور وہ ایک عام سی تعریف ہے،

مدّعی وہ شخص ہوتا ہے جو بناء گواہی کے اس شئی کا مستحق نہیں بنتا، جیسے ایک خارجی آئے اور یہ کہے کہ اُحسن کے پاس جو چیز ہے وہ میری ہے تو وہ اس شئی کا مستحق اسوقت بنے گا جب وہ بیّنہ پیش کر کے ثابت کردے (کہ واقعۃً یہ چیز اس خارجی کی ہے)، مدّعیٰ علیہ وہ شخص ہوتا ہے، جو بناء گواہی کے محض اپنے قول سے اس شئی کا مستحق بنتا ہے، جیسے صاحب الید یعنی وہ شخص جسکے قبضے میں کوئی چیز ہو، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مدّعی وہ ہوتا ہے جو ظاہرِ حال کے علاوہ سے دلیل پکڑے، جیسے کوئی آکر یہ دعویٰ کرے کہ اُحسن کے پاس جو گھڑی ہے وہ

میری ہے (ملاحظہ فرمایئے) ظاہر حال تو اسکے خلاف ہے کیونکہ ظاہراً تو یہ گھڑی صاحب ید (اُحسن) کی ہے، مدّعیٰ علیہ وہ ہوتا ہے جو ظاہر حال سے دلیل پکڑے، (جیسے مثال مذکورہ میں وہ شخص جسکے قبضے میں گھڑی ہے وہ مدعیٰ علیہ ہے کیونکہ ظاہر حال اسکی تائید کرتا ہے)،
امام محمد رحمہ اللہ مبسوط میں فرماتے ہیں "مدعیٰ علیہ منکر کو کہتے ہیں، اور (امام محمد کی) یہ بات صحیح ہے، لیکن مدّعی اور مدّعیٰ علیہ کے درمیان فرق کو پہچاننا اور فقہ سے ترجیح دینا یہ فن تو ہمارے اُجلّہ فقہاء اور ماہر و حاذق علماء کے پاس ہے، کیونکہ اعتبار معانی کا ہوتا ہے نہ کہ لفظوں اور صورتوں کا جیسے، مودَع (جسکے پاس ودیعت رکھوائی جائے) جب یہ کہے کہ میں نے ودیعت واپس لوٹا دی تھی تو مودَع کا قول اسکی قسم کے ساتھ معتبر ہوگا، اگرچہ وہ صورۃً رد کا دعویٰ کرر ہا ہے، لیکن معنوی اعتبار سے وہ وجوبِ ضمان کا منکر ہے۔

شہادات

لغت میں شہادت نام ہے کسی چیز کی صحت سے متعلق مشاھدے اور معاینے کی بنیاد پر پختہ خبر دینا، نہ کہ اٹکل اور اندازے کی بنیاد پر، اسی وجہ سے فقہاء کرام نے کہا ہے کہ یہ "مشاھدۃ" سے مشتق ہے جو معاینے کی خبر دیتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ "شھود" سے مشتق ہے، کیونکہ گواہ گواہی کیلئے قاضی کی عدالت میں حاضر ہوتے ہیں، اسی وجہ سے حاضر کا نام شاھد رکھا جاتا ہے اور اسکی ادائیگی کا نام شہادت ہے۔
فقہاء کی اصطلاح میں شہادت، قاضی کی عدالت میں لفظ شہادت کے ساتھ سچی خبر دینے کا نام ہے۔ پس "اخبار" جنس ہے خبار صادقہ اور اخبار کاذبہ دونوں کو شامل ہے، صادقہ کی قید سے اخبارِ کاذبہ نکل گئی "في مجلس القضاء بلفظ الشهادة" کی قید سے وہ خبر

خارج ہوگئی جو صادقہ تو ہو لیکن اسکو لفظ شہادت سے ادا نہ کیا ہو۔

شہادت سے رجوع کرنا

رجوع کے لغوی معنی ''لوٹنے'' کے آتے ہیں، مصباح (لغت کی کتاب) میں کہا ہے ''رَجَعَ من سفرہ وعن الامر یرجع رجوعاً و رجعاً'' وہ اپنے سفر سے واپس لوٹا، اسکا مصدر ''رجوعاً و رجعاً'' آتا ہے، ابن سکیتؒ فرماتے ہیں رجوع ''ذہاب'' کی نقیض ہے، اور اسکے اصطلاحی معنی ہے، اس چیز کی نفی کرنا ہے جس چیز کو (پہلے) ثابت کیا تھا، یا قاضی کی عدالت میں (یہ الفاظ) کہے کہ میں اپنی گواہی میں باطل پر تھا، یا اس جیسے الفاظ کہے، گویا یہ وہ یہ کہہ رہا ہے کہ جس معاملے سے متعلق میں نے گواہی دی تھی سو میں نے اس رجوع کیا یا یہ کہے جو میں نے گواہی دی ہے وہ جھوٹی ہے، پس گواہی سے انکار کرنا رجوع نہیں کہلائے گا کیونکہ گواہی سے رجوع کرنا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ پہلے گواہی تو موجود ہو۔

آداب القاضی

ادب کا اطلاق ہر اچھی اور عمدہ خصلت پر ہوتا ہے، چنانچہ اسی خصلت کی وجہ سے انسان فضائل میں فضیلت حاصل کرتا ہے، ادب اس صلاحیت اور ملکہ کا نام ہے کہ جس شخص کے ساتھ یہ ملکہ قائم ہو جائے تو یہ اسکو ان چیزوں سے بچاتا ہے جو انسان کو عیب دار بناتی ہیں۔

قسمة

لفظِ قسمت لغت میں ''اقتسام'' مصدر کا اسم ہے، جیسا کہ قدرت ''اقتدار'' مصدر کا اسم

ہے، شرعی معنی ہے کہ دوشریکوں کے درمیان غیر تقسیم شدہ حقوق کو الگ الگ کرنا اور ان حقوق کے درمیان تمیز کرنے کا نام قسمت ہے۔

فائدہ: قسمت مبادلے سے خالی نہیں ہوتی ہے (یعنی اسمیں من وجہ افراز اور من وجہ مبادلے کا معنی ہوتا ہے) کیونکہ کوئی معین جز ایسا نہیں ہوتا مگر یہ کہ وہ دو حصّوں پر مشتمل ہوتا ہے، دونوں شریکوں میں سے ہر ایک جو اس جز پر قبضہ کرتا ہے، اسکا نصف تو اسکی ملکیت کا ہوتا ہے اور (بقیہ) نصف اسکے دوسرے ساتھی کا ہوتا ہے، پس وہ (دوسرا نصف) اس حصّے کے مقابلے میں آئے گا جو اس نے اپنے ساتھی پر چھوڑا ہے (کیونکہ دوسرے شریک نے بھی جز پر قبضہ کیا ہوگا اسمیں پہلے شریک کا بھی حصہ ہوگا)، پس وہ نصف عوض ہوگا اس حصّے کا جو اس نے اپنے حصّے میں سے اپنے ساتھی کے قبضے میں چھوڑا ہے (گویا کہ ایک طرح کا تبادلہ ہوگیا) مگر یہ کہ ذوات الامثال اشیاء میں عدمِ تفاوت کی بناء پر افراز وتمیز کا معنی زیادہ راجح ہے (کیونکہ ذوات الامثال کے آحاد میں تفاوت نہیں ہوتا ہے) جیسے کیلی اور وزنی اشیاء، اور غیر ذوات الامثال میں تفاوت کی بناء پر "مبادلہ" کا معنی واضح اور راجح ہے، پس (غیر ذوات الامثال میں) مبادلہ حقیقتاً اور حکماً دونوں طرح ہوتا ہے، جیسا کے قرض کی صورت میں، لہذا ذوات الامثال اشیاء میں تقسیم کرنا (درحقیقت) عینِ حق کو حکمی طور پر علیحدہ علیحدہ (کرنے کا نام) ہے، اسکے برخلاف غیر ذوات الامثال میں یہ مبادلہ ہوگی، اور مبادلے پر زور وجبر کرنا جائز ہے ایسے حق کی وجہ سے جس حق کا دوسرا شخص مستحق ہو، اور وہ حق صرف اسی شخص کو پہنچتا ہو، جیسا کہ مشتری کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ مکان شفیع کے حوالے کرے (کیونکہ اس مکان کو خریدنے کا حق شفیع کو حاصل ہے) اگرچہ یہ سپرد کرنا معاوضہ لیکر ہی کیوں نہ ہو، اسی طرح مقروض کو اپنے مال کے بیچنے پر مجبور کیا جائے گا قرض کی

ادائیگی کے لیئے ،(تاکہ قرض خواہ کو اسکا قرض واپس مل سکے)۔

اکراہ

اکراہ کی تعریف سے پہلے چند اصطلاحات کا سمجھنا اور انکا جاننا ضروری ہے۔

(۱) مکرِہ (راء کے کسرے کے ساتھ) وہ شخص جو کسی کو کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر مجبور کرے۔

(۲) مکرَہ (راء کے فتحے کے ساتھ) وہ شخص جسکو مجبور کیا جائے۔

(۳) مکرہ علیہ: وہ عمل جسکے کرنے پر مجبور کیا جائے۔

(۴) مکرہ بہ: جس چیز کی دھمکی مکرَہ کو دی جائے، مثلاً جان سے ماردونگا، یا ہاتھ پاؤں توڑ دونگا، یا قید کر کے سخت پٹائی کرونگا وغیرہ۔

اکرہ کے لغوی معنی ہے کہ "مکرَہ کو کسی ایسے کام کے کرنے پر ابھارنا جسکو وہ ناپسند کرتا ہو، چناچہ کہا جاتا ہے "أكرهتهٗ علىٰ كذا أي حملتهٗ وَهوَ كارهٌ "یعنی میں نے اسکو فلاں کام کے کرنے پر مجبور کیا اور اسکو ابھارا درانحالیکہ وہ اس عمل کو ناپسند کر رہا تھا، شرعی تعریف یہ ہے کہ "غیر کو ابھارنا کسی کام کے کرنے پر ایسی چیز (دھمکی) کے سبب سے، جسکی وجہ سے اسکی رضامندی فوت ہو جاتی ہو لیکن (اس کام کو انجام دینے یا نہ دینے میں) اسکا اختیا باقی رہتا ہو، ہاں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ (رضامندی کے ساتھ) اختیار بھی ختم ہو جاتا ہے، خلاصہ یہ نکلا کہ اکراہ کی تمام صورتوں میں رضامندی کا معدوم ہونا لازمی ہے۔

نوٹ: واضح رہے کہ رضامندی کا معدوم ہونا اکراہ کی تمام صورتوں میں معتبر ہے(کیونکہ

اگر رضامندی باقی ہو تو پھر یہ فعل اکراہ نہیں کہلائے گا)، اور اصل اختیار اکراہ کی تمام صورتوں میں (باقی) رہتا ہے، لیکن بعض صورتوں میں اختیار (بھی) فاسد ہو جاتا ہے اور بعض صورتوں میں فاسد نہیں ہوتا ہے، یہی بات اصول و فروع کی کتب میں تحریر شدہ ہے، حتیٰ کہ صدر الشریعہ رحمہ اللہ نے تنقیح میں یہ بات فرمائی ہے کہ اکراہ یا تو ملجی ہوگا اس طور پر کہ جان سے مارنے کی یا کسی عضو کے تلف کرنے کی دھمکی دی، اور یہ صورت رضامندی کو معدوم اور اختیار کو فاسد کرتی ہے، یا تو اکراہ غیر ملجی ہوگا اس طور پر کہ قید کرنے کی یا مارنے پیٹنے کی دھمکی دی (تو یہ صورت) رضامندی کو معدوم کرنے والی ہے (مگر) اختیار کو ختم کرنے والی نہیں ہے، لہذا جو تعریف شرح وقایہ اور دیگر کتب فقہ میں مذکور ہے وہ درست نہیں ہے، اور وہ تعریف یہ ہیکہ "اکراہ وہ فعل ہے کہ جسکو مکرَہ کا غیر (مکرِہ) واقع کرے پس اسکی وجہ سے اسکی رضامندی فوت ہو جائے یا اسکا اختیار ختم ہو جائے" اس تعریف سے یہ وھم ہوتا ہے کہ دوسری صورت (جسمیں اختیار ختم ہو جاتا ہے) میں رضامندی معدوم نہیں ہوتی، حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ رضامندی کا معدوم ہونا اکراہ کی تمام صورتوں میں لازمی اور ضروری ہے۔

فائدہ: فاضل مؤلف (حفظہ اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں کہ مذکورہ تعریف اور اس طرح کی جو تعریفیں کتب فقہ میں مذکور ہیں وہ درست ہو جائیں گی اگر بعض قیودات کا اضافہ کر دیا جائے گویا کہ مذکورہ تعریف اس طرح سے کہی جائے: اکراہ وہ فعل ہے کہ جسکو مکرَہ کا غیر (مکرِہ) واقع کرے پس اسکی وجہ سے اسکی (صرف) رضامندی فوت ہو جائے یا اسکا اختیار (رضامندی کے ساتھ) ختم ہو جائے (ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اختیار کی اہلیت باقی رہے)۔

اکراہ کی اقسام

اکراہ کی دوقسمیں ہیں (۱) اکراہ ملجی (۲) اکراہ غیر ملجی

اکراہ ملجی:

اکراہ ملجی کی تعریف یہ ہیکہ مکرِہ مکرَہ کوکسی عمل پر مجبور کرے ایسی چیز (دھمکی) کے ساتھ جسکی وجہ سے مکرَہ کواپنی جان کا خوف یا اعضاء میں سے کسی عضو کے تلف ہونے کا خوف ہو، کیونکہ اکراہ ملجی رضامندی کومعدوم کردیتا ہے، اوراضطرار کی حالت کو مستلزم ہوتا ہے (اس صورت میں انسان بالکل بے بس ہوجاتا ہے) اوراختیار بھی ختم ہوجاتا ہے۔

اکراہ غیر ملجی:

اکراہ غیر ملجی ''اکراہ قاصر'' ہے اوراکراہ قاصر کہتے ہیں کہ مکرَہ کوایسی چیز (دھمکی) کے ساتھ مجبور کرنا جسکی وجہ سے مکرَہ کواپنی جان کا خوف لاحق ہونہ ہی اعضاء میں سے کسی عضو کے تلف ہونے کا، جیسے مکرَہ کومجبور کیا کہ فلاں کام کرورنہ سخت پٹائی کرونگا یا قید کردونگا، پس (اکراہ قاصر) رضامندی کومعدوم کردیتا ہےلیکن اضطرار کومستلزم نہیں ہوتا ہےاور نہ ہی اختیار کوختم ہوتا ہے۔

سیَر

اسکا نام ''کتاب الجہاد'' بھی رکھا جاتا ہے، اور فقہ کی کتابوں کے علاوہ میں (جیسے کتب احادیث) اسکوکتاب المغازی کہاجاتا ہے، مغازی ''مـغـزاۃ'' کی جمع ہے، یہ''غـزا

یغزو '' کا مصدر سماعی ہے، اور وحدت پر دلالت کرتا ہے، قیاس کے مطابق تو وحدت کیلئے مصدر ''غزوٌ و غزوۃٌ '' ہونا چاہیے تھا، جیسے ''ضربٌ و ضربۃٌ '' (ایک مرتبہ مارنا) دشمن سے قتال کیلئے قصد وارادہ کرنے کا نام غزوہ ہے، جبکہ فقہاء کے عرف میں کفار سے قتال کرنے کے ساتھ خاص ہے (کفار سے قتال کیلئے قصد وارادہ کرنا)

سیَر ''سیرۃ'' کی جمع ہے اور لغت میں سیَر دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے (۱) طریقہ چنانچہ کہا جاتا ہے ''وھما علیٰ سیرۃ واحدۃ أی طریقۃ واحدۃ '' وہ دونوں ایک ہی راستے پر ہیں (۲) ھیئت وصورت (دوسرا معنی ھیئت کا آتا ہے) جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ''سنعیدھا سیرتھا الأولیٰ أی ھیئتھا ''یعنی اسکی پہلی صورت پر واپس لوٹا دینگے، اس کتاب کو ''کتاب السیَر '' کے نام سے مُعنون کرنا اس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ اسمیں غزوات کے طریقوں کو اور مجاہدین کے ان احوال کو جو انکو نفع ونقصان کی صورت میں عارض ہوتے ہیں بیان کیا جاتا ہے، اب رہا جہاد تو وہ اپنی کوشش کو صرف کرنے کا نام ہے (جبکہ جُھد جیم کے ضمّے کے ساتھ پڑھا جائے) یعنی اپنی وسعت اور طاقت کو خرچ کرنے کا نام جہاد ہے، یا عمل میں انتہائی درجے کا مبالغہ کرنے کا نام جہاد ہے، (جبکہ جَھد جیم کے فتحے کے ساتھ پڑھا جائے) جہاد کا شرعی معنی ہے کہ اپنی وسعت اور طاقت کو اللہ کی راہ میں (کفار سے) قتال کر کے صرف کرنا (چاہے یہ جہاد کرنا) جان ومال اور زبان کیذریعے سے ہو یا اسکے علاوہ دیگر ذرائع (قلم وغیرہ سے)، ایک قول (سیَر کی شرعی تعریف کے سلسلے میں یہ ہے) کہ شریعت میں یہ آپ ﷺ کے ایک مخصوص طریقے کے ساتھ خاص ہے جو (طریقہ) آپ ﷺ اپنے غزوات میں برتتے تھے۔

حظر واباحت

فقہی کتب کی عبارتیں اس عنوان کے ترجمے میں مختلف واقع ہوئی ہیں، امام محمد رحمہ اللہ نے مبسوط میں اسکا نام کتاب الاستحسان رکھا ہے، اسی عنوان پر ہمارے اکثر مشایخ کی کتب ہیں، جیسے ''کتاب مختصر الکافی'' جو کہ حاکم شہید رحمہ اللہ کی تصنیف ہے، امامِ محمد رحمہ اللہ نے جامع صغیر میں ''کراہیۃ'' کے عنوان سے اسکا نام رکھا ہے، اور اسی (عنوان پر) امام طحاوی رحمہ اللہ اپنی (کتاب) مختصر کو وضع کیا ہے، شیخ ابوالحسن کرخی رحمہ اللہ نے اپنی مختصر میں اسکا نام ''كتاب الحظر والاباحة'' رکھا ہے، اور امام قدوری اور انکے علاوہ دیگر فقہاء کرام رحمہم اللہ نے اس عنوان میں انکی پیروی کی ہے، اور اسکا نام ''کتاب الاستحسان'' اسلیئے رکھا گیا ہے کیونکہ اس باب میں ایسے مسائل مذکور ہیں کہ جنکو عقل وشرع اچھا سمجھتی ہے۔

حظر کا لغوی معنی ہے ''روکنا، منع کرنا'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿وما كان عطاء ربك محظورا﴾ أي ما كان رزق ربك محبوسا من البر والفاجر'' (یعنی آپ کے رب کی بخشش اور اسکی عطاء پر بندش نہیں ہے کہ مقبول کو ملے گا اور غیر مقبول کو نہیں ملے گا بلکہ آپ کے پروردگار کی عطائیں ہر ایک کے لئے عام ہیں،) حظر کا شرعی معنی ہیکہ اس فعل کے استعمال سے رک جانا جو فعل شرعاً ممنوع ہے، محظور مباح کی ضد ہے، اور مباح وہ فعل ہے کہ ثواب اور عذاب کے استحقاق کے بغیر مکلفین کو اسکے کرنے یا نہ کرنے کی اجازت دی گئی ہو (یعنی کرنے پر کوئی ثواب نہیں اور نہ کرنے پر کوئی عذاب بھی نہیں ہوگا) ہاں یہ بات یاد رہے کہ اسپر حساب یسیر ہوگا (یعنی حساب کتاب کے وقت اسکے سامنے اس عمل کو پیش کیا جائے گا کہ فلاں کام اسوقت میں تم نے کیا تھا لیکن

اسپر مناقشہ نہیں کیا جائے گا کہ کیوں کیا تھا؟)

وصایا

وصایا اسم مصدر ہے اور مصدر کے معنی میں مستعمل ہے، اسکا مصدر "توصیۃ أو ایصاء" آتا ہے۔ اسی سے ماخوذ ہے باری تعالیٰ کا قول ﴿حِین الوصیۃ﴾ پھر موصیٰ بہ (جس چیز کی وصیت کی جائے) کا نام وصیّت رکھ دیا گیا، اور اسی معنی سے ماخوذ ہے باری تعالیٰ کا قول ﴿من بعد وصیۃ توصون بھا﴾ وصیت کبھی تو لام کے ساتھ استعمال (متعدّی) ہوتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے "أوصیٰ فلانٌ لفلانٍ بکذا بمعنی ملکہٗ لہ بعد موتہ" یعنی فلاں نے فلاں شخص کو اپنی موت کے بعد اس چیز کا مالک بنادیا اور وصیت کبھی تو الیٰ کے ساتھ استعمال ہوتی ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے "أوصیٰ فلان الیٰ فلان بمعنیٰ جعلہ وصیا لہٗ" یعنی فلاں نے فلاں شخص کو اپنا وصی مقرّر کیا تا کہ اسکی موت کے بعد وصی اسکے اموال میں تصرّف کر سکے اور اسکے بچّوں کا خیال رکھے،

ایصاء (وصیت توصیۃ) کے لغوی معنی ہے "اپنی موت کے بعد دوسرے شخص کو اپنے مال کا مالک بنانا، یا اپنے مال میں تصرّف کرنے اور اپنے بچّوں کے امور مصالح کو اپنے غیر کو سونپ دینا اپنی موت کے بعد پس یہاں حقیقت میں دو باب ہیں، پہلا باب وصیت کے بیان ہے، اور دوسرا باب ایصاء کے بیان میں ہے، وصایا سے مراد وہ ہے جو عام ہو وصیت اور ایصاء کو شامل ہو چنانچہ کہا جاتا ہے "أوصیٰ الیٰ فلان ای جعلہ وصیا" (یعنی اس نے فلاں شخص کو وصی مقرّر کیا) وصیت کا شرعی معنی ہے اپنے ذمّے کے بری ہونے کو طلب کرنا اللہ اور بندوں کے ان حقوق سے جو انکو نہیں پہنچے، یا تملیک کو ما بعد الموت کی طرف

منسوب کرنا بطریق التبرع چاہے تملیک عین کی ہو یا منافع کی۔

فرائض

فرائض ''فریضۃ'' کی جمع ہے، ''فعیلۃ'' کے وزن پر فرض سے مشتق ہے، فرض کا لغوی معنی ہے ''مقرر کرنا، پختہ کرنا، چنانچہ کہا جاتا ہے ''فرض القاضی النفقۃ أی قدرھا'' یعنی قاضی نے نفقہ مقرر کردیا، اس علم کا نام فرائض اسلیئے رکھا گیا ہے کہ اللہ رب العزت نے بذات خود اسکو بیان کیا ہے اور خود (ورثاء کے) حصوں کو مقرر کیا ہے، اور ان سہام کے مقرر کرنے کی ذمے داری کسی مقرب فرشتے کو دی گئی ہے نہ ہی کسی نبی اور رسول کو (کہ وہ ان سہام کو بیان کریں جیسا کہ دیگر احکام بیان کرتے ہیں) اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے، نصف (آدھا) ربع (چوتھائی) ثمن (آٹھواں) ثلثان (دو تہائی) ثلث (ایک تہائی) سدس (چھٹا) میں سے ہر ایک (وارث) کا حصہ خود بیان کردیا، بخلاف دوسرے احکامات شرعیہ کے، جیسے نماز، زکوٰۃ اور حج وغیرہ اسلیئے کہ انمیں نصوص شرعیۃ مجمل ہیں ﴿أقیموا الصلاۃ﴾ ﴿وآتوا الزکوٰۃ﴾ ﴿وللہ علی الناس حج البیت﴾ یہ نصوص مجمل ہیں سنت نبویہ ﷺ نے اسکو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، دوسری وجہ یہ ہیکہ فرائض دلیل قطعی سے ثابت ہیں جسمیں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے، فرائض کا شرعی معنی ہے علم فرائض فقہ اور حساب کے ان قواعد وضوابط کے جاننے کا نام ہے (کہ جن قواعد کی رو سے) ترکے میں سے ہر ایک کے حق کو پہچانا جاسکے۔

عصبات

مغرب (لغت کی کتاب) میں ہے کہ آدمی کی ان رشتے داری اور تعلق کو کہتے ہیں جو باپ کیجانب سے ہوتی ہے جیسے، دادا، چچا، بھائی وغیرہ، عصبات ''عاصب'' کی جمع ہے اگر چہ یہ سماعی نہیں ہے۔ یہ ماخوذ ہے عربوں کے اس قول سے ''عصبوابه اذا احاطوا حوله '' (یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کہ لوگ اسکے ارد گرد جمع ہو جائے اور اسکو گھیر لیں) پھر واحد ،جمع ،مذکر،مؤنث سب کو تغلیباً عصبہ کہا جانے لگا اس کے مصدر کے بارے میں اہل لغت کہتے ہیں اس کا مصدر ''عصوبة'' آتا ہے، مرد عورت کو عصبہ بناتا ہے ''عصبات'' جمع الجمع ہے جیسے جمالات اجمال کی جمع ہے اور اجمال جمل کی جمع ہے یا یہ مفرد (عصبہ) کی جمع ہے جب کہ آپ عصبہ کو اسم بنائیں۔

عصبات کا شرعی معنی ہے کہ ورثاء کی اس جماعت کو کہتے ہیں جن کا (شرعاً) کوئی حصہ مقرّر نہ ہو، اور وہ جماعت ذوی الفروض کے باقی ماندہ حصّوں سے بچا ہوا لیتی ہے، اور جب عصبہ ایک ہو تو ذوی الفروض کو ملنے کے بعد پورا مال وہ لے لیتا ہے۔

حجب

فرائض کی اصطلاح میں حجب کے لغوی معنی ہے ''روکنا'' اور اہل فرائض کے نزدیک حجب کہتے ہیں کہ معیّن شخص (وارث) کو دوسرے شخص کے پائے جانے کی وجہ سے اسکی میراث سے روکنا یا تو مکمل میراث سے اسکا نام ''حجب الحرمان'' رکھا جاتا ہے، یا بعض میراث سے روکنا اسکا نام حجب النقصان رکھا جاتا ہے۔

حجب کی اقسام

حجب کی دو قسمیں ہیں۔(۱) حجب حرمان جو وارث کو کلیۃً میراث سے روک دے، اور وہ چھ ورثہ کو (کسی بھی حالت میں) مکمل محروم (ساقط) نہیں کرسکتا، وہ چھ ورثاء مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) باپ (۲) ماں (۳) شوہر (۴) بیوی (۵) بیٹا (۶) بیٹی

اسکو یوں بھی تعبیر کرسکتے ہیں (۱) ابوان (۲) زوجان (۳) ابن (۴) بنت

(۲) حجب نقصان: جو وارث کا حصہ اکثر سے اُقل کردے، اور وہ پانچ ورثاء ہیں۔

(۱) شوہر (۲) بیوی (۳) اُم (۴) باپ شریک بہن (۵) پوتی

(۱) اولاد کی موجودگی میں شوہر کا حصہ نصف سے کم ہوکر ربع ہوجاتا ہے۔

(۲) اولاد کی موجودگی میں بیوی کا حصہ ربع سے گھٹ کر ثمن ہوجاتا ہے۔

(۳) اولاد یا بہن بھائیوں کی موجودگی میں ماں کا حصہ ثلث سے کم ہوکر سدس رہ جاتا ہے۔

(۴) حقیقی بیٹی کے ہوتے ہوئے پوتی کا حصہ نصف سے کم ہوکر سدس ہوجاتا ہے۔

(۵) حقیقی بہن کی موجودگی میں باپ شریک بہن کا حصہ نصف سے کم ہوکر سدس ہوجاتا ہے۔

حجب کے لیئے دو ضابطے ہیں جن پر حجب کی بنیاد ہے

جو شخص میت سے کسی وارث کے واسطے سے تعلق رکھتا ہو تو وہ تعلق رکھنے والا (میراث سے) مکمل طور سے محروم (ساقط) ہوجائے گا جب کے وہ وارث موجود ہو جیسے دادا، باپ کے واسطے میت سے تعلق رکھتا ہے تو اب باپ کی عدم موجودگی میں تو میراث ملے گی لیکن باپ کی موجودگی میں ساقط ہوجائے گا۔

1 باپ   دادا 1   X

مگر اس قانون سے ماں شریک بہن، بھائی مستثنیٰ ہیں کیونکہ وہ ماں کے واسطے سے میت کے قرابتدار ہوتے ہیں لیکن ماں کے ہوتے ہوئے بھی ان کا حصہ ان کو ملے گا۔

6	ماں	شریک	بہن	،ماں	شریک	بھائی	ماں
1/3			2 1/6				1

دوسرا ضابطہ: اقرب ابعد کو ساقط کردے گا جیسے بیٹا، پوتے کو اور باپ، دادا کو ساقط کرتا ہے۔

رد

رد کے لغوی معنی ہیں ''پھیرنا'' اور یہ عول کی ضد ہے رد کے شرعی معنی ہے ذوی الفروض سے بچنے والے سہام کو نسبت کے اعتبار سے ذوی الفروض کی طرف واپس لوٹانا سوائے زوجین کے (زوجین پر رد نہیں ہوتا)۔

عول

عول کے لغوی معنی ''ظلم وزیادتی اور حد سے تجاوز کرنے'' کے آتے ہیں ،چنانچہ کہا جاتا ہے''عال الرجل أی ظلم'' ظلم کی طرف میلان کرنے کو بھی عول کہتے ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں''ذلک أدنیٰ ألاّ تعولوا أی تظلموا''، یعنی یہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ تم ظلم کی طرف مائل نہیں ہوگے اسی طرح عول''ارتفاع'' کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے''عال الماء اذا ارتفع'' یہ اسوقت کہا جاتا ہے جب پانی بلند ہوجائے ،اور عول ''زیادتی'' کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے''عال المیزان'' یہ

اسوقت کہا جاتا ہے جب ترازو کا ایک پلڑاوزن کے زیادہ ہونے کی وجہ سے جھک جائے،عول کا شرعی معنی ہے، کہ مخرج پر اسکے اجزاء میں سے کسی جز کا بڑھانا جبکہ مخرج فرض سے تنگ ہو جائے۔ (تعلیم المواریث)ضمیمہ ازمترجم

مناسخہ

لغت میں مناسخہ ''مفاعلۃ'' کے وزن پر نسخ سے مشتق ہے، نسخ کا معنی ہے ''نقل کرنا، مٹانا، زائل کرنا، چنانچہ کہا جاتا ہے''نسختُ الکتاب أی نقلته الیٰ نسخة أخریٰ''یعنی میں نے کتاب کو دوسرے نسخے کی طرف نقل کرلیا،''نسخت الشمس الظلّ أی ازالتہ ''سورج نے سایہ مٹادیا، پہلے معنی کی دلیل اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ قول ہے﴿انّا کنّا نستنسخ ما کنتم تعملون﴾أی ننقل ونسجّل یعنی جو کچھ اعمال تم کرر ہے ہو اسکو (ہم نامہ أعمال میں) نقل کرر ہے ہیں، دوسرے معنی کی دلیل باری تعالیٰ کا یہ قول ہے﴿ما ننسخ من آیة أو ننسها نات بخیر منها أو مثلها...... آیة﴾یعنی ہم اس آیت کو تبدیل کردیں گے یا اسکی تلاوت کو زائل اور حکم کو متغیر کردیں گے،اصطلاحی معنی ہے کہ وراثت (ترکہ) کی تقسیم سے پہلے ایک یا کئی ورثاء یکے بعد دیگرے مر جائیں تو انکے حصّوں کو انکے زندہ ورثاء کی طرف منتقل کرنا مناسخہ کہلاتا ہے۔ (ضمیمہ ازمترجم تعلیم المواریث ص ۱۸۵)

حساب الفرائض

لغوی معنی ہے فرائض کی تقسیم کرنا اور اصطلاحی معنی ہے حساب الفرائض ان اصول وضوابط کا

نام ہے کہ جن اصولوں کی اہل فرائض کو ضرورت ہوتی ہے مسائل کی تصحیح میں (جب کے ان میں کسر واقع ہو) اور فروض کو ان کے مستحق افراد پر تقسیم کرنے میں اور ان مخارج میں جو ذوی الفروض کے قرآن مجید میں مذکور ہیں۔

الحمد للہ، آج بروز پیر ۱۴۳۳،۱۲،۲۵ بمطابق ۲۰۱۲،۱۱،۱۲ کو اس رسالے کے ترجمے کا کام اللہ کی توفیق سے پایہ تکمیل کو پہنچا، اے اللہ جب آپ نے ہی ترجمہ کرنے کی توفیق عطاء فرمائی ہے تو آپ ہی اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمالیجیے اور طلبہ کیلئے اسکو نافع بنا دیجئے اور اس ناکارہ مترجم کو مزید اپنے دین کی خدمت کیلئے قبول فرمالیجئے (آمین ثم آمین)

ہماری دیگر مطبوعات

فقہی قواعد (ترجمہ الاشباہ والنظائر فن اول)	مولانا عمر رازی صاحب
جامع الفصولین	الشیخ بدر الدین محمود بن اسرائیل
سراجی کا حساب	حضرت مولانا فاروق حسن زئی صاحب
الجد اول النحویہ	حضرت مولانا فاروق حسن زئی صاحب
ہمارے پیارے نبی ﷺ	حضرت مولانا سعید احمد صدیقی صاحب
انسانی اعضاء کی پیوندکاری اور اس کے شرعی احکام	حضرت مولانا مفتی عبدالسلام چاٹگامی صاحب
اسلام میں اولاد کی تربیت اور اس کے حقوق	حضرت مولانا مفتی عبدالسلام چاٹگامی صاحب
اسلامی معیشت کے بنیادی اصول	حضرت مولانا مفتی عبدالسلام چاٹگامی صاحب
معارف وحقائق	شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
شیخ الاسلام حضرت مدنی واقعات وکرامات کی روشنی میں	شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
علاج قرآنی	مولانا نصیب الرحمٰن علوی صاحب
فقہی پہیلیاں	مولانا مفتی محمد ولی درویش صاحبؒ
خطبات شامزئی (جلد اول)	مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ
گلدستہ خواتین	بنت خلیل احمد قریشی
التقریر الحاوی شرح اردو تفسیر البیضاوی	حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحبؒ
المتاع الضروری ترجمہ التسہیل الضروری	مولانا سید اکبر شاہ ہاشمی صاحب
داڑھی اور انبیاء کی سنتیں	حضرت مولانا سعید احمد پالن پوری صاحب
تحفۂ طالب علم وتذکرہ اہل علم	مولانا خبیب کابل گرامی
مخزن المرجان فی خلاصۃ القرآن	شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ
اپنے گھر کی اصلاح کیجیے	حضرت مولانا مفتی محمد ولی درویشؒ

Faraz 0302-2691277

اسلامی کتب خانہ
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
فون: 021-34927159

ہماری دیگر مطبوعات

کتاب	مصنف
فقہی قواعد (ترجمہ الاشباہ والنظائر فن اول)	مولانا عمر رازی صاحب
جامع الفصولین	الشیخ بدرالدین محمود بن اسرائیل
سراجی کا حساب	حضرت مولانا فاروق حسن زئی صاحب
الجداول النحویہ	حضرت مولانا فاروق حسن زئی صاحب
ہمارے پیارے نبی ﷺ	حضرت مولانا سعید احمد صدیقی صاحب
انسانی اعضاء کی پیوندکاری اور اس کے شرعی احکام	حضرت مولانا مفتی عبدالسلام چاٹگامی صاحب
اسلام میں اولاد کی تربیت اور اس کے حقوق	حضرت مولانا مفتی عبدالسلام چاٹگامی صاحب
اسلامی معیشت کے بنیادی اصول	حضرت مولانا مفتی عبدالسلام چاٹگامی صاحب
معارف وحقائق	شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
شیخ الاسلام حضرت مدنی واقعات وکرامات کی روشنی میں	شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
علاج قرآنی	مولانا نصیب الرحمٰن علوی صاحب
فقہی پہیلیاں	مولانا مفتی محمد ولی درویش صاحبؒ
خطبات شامزئی (جلد اول)	مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ
گلدستہ خواتین	بنت خلیل احمد قریشی
التقریر الحاوی شرح اردو تفسیر البیضاوی	حضرت مولانا سید فخرالحسن صاحبؒ
المتاع الضروری ترجمہ التسہیل الضروری	مولانا سید اکبر شاہ ہاشمی صاحب
داڑھی اور انبیاء کی سنتیں	حضرت مولانا سعید احمد پالن پوری صاحب
تحفۂ طالب علم وتذکرہ اہل علم	مولانا خبیب کابل گرامی
مخزن المرجان فی خلاصۃ القرآن	شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ
اپنے گھر کی اصلاح کیجیے	حضرت مولانا مفتی محمد ولی درویشؒ

Faraz 0302-2691277

اسلامی کتب خانہ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

فون: 021-34927159